آمِین

معنیٰ و مفہوم ✵ فضیلت ✵ امام و مقتدی کے لیے حکم

تالیف و پیشکش
الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

ترتیب و تدوین
اُم محمد شکیلہ قمر (الدمام)

نشر و توزیع مکتبہ کتاب و سنت سمبڑیال (سیالکوٹ)

مکتبہ کتاب و سنت

آمین

★ معنی ومفہوم ★ فضیلت ★ امام ومقتدی کے لیے حکم

تالیف وپیشکش
الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

ترتیب و تدوین
اُم محمد شکیلہ قمر (الدمام)

نشر وتوزیع مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ (سیالکوٹ)

نام کتاب ________ آمین......امام ومقتدی کیلئے حکم

تالیف وپیشکش ________ الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب وتبییض ________ ام محمد شکیلہ قمر حفظہا اللہ (الدمامم)

طبع دوم ________ اگست ۲۰۰۷ء

اہتمام طباعت: غلام مصطفی فاروق

پاکستان میں ملنے کے پتے

کتاب سرائے

فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

رابطہ نمبر: 042-7320318

دفتر: ماہنامہ "صوت الھدیٰ" سمبڑیال روڈ نزد چونگی نمبر 8 ڈسکہ (سیالکوٹ)

رابطہ نمبر: 0300-6456033 saut_ul_huda1995@yahoo.com

مکتبہ کتاب وسنت

ریحان چیمہ، تحصیل سمبڑیال، سیالکوٹ (پاکستان)

رابطہ نمبر: 0300-6439897 m_k_sunnat@yahoo.com

ہندوستان میں ملنے کے پتے

توحید پبلیکیشنز

ایس۔آر۔کے گارڈن بنگلور 6650618

چار مینار بک سنٹر

چار مینار روڈ شیواجی نگر بنگلور 560051

ای میل: tawheed_pbs@hotmail.com

آئینہ مضامین

حرفِ پیش

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

أَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

متحدہ عرب امارات میں قیام کے دوران اللہ کی توفیق اور اسی کی عنایت سے ریڈیو متحدہ عرب امارات اُم القیوین کی اُردو سروس سے روزانہ دینی پروگرام [دین ودنیا] پیش کرنے کا موقع ملا، اس دوران نماز کے بارے میں مختلف اوقات اور متعدد مواقع پر ٹھیک (۷۸۶) پروگرام ایسے نشر کرنے کی توفیق ملی، جن کا تعلق صرف طہارت ونماز سے تھا، اور اسی ضمن میں ہی جب نماز نبوی ﷺ کی ہیئت و کیفیت ذکر کرنے کا موقع آیا تو بعض مسائل کو بالخصوص خوب تحقیق کرکے مدلّل انداز سے بیان کیا تاکہ ان میں پائے جانے والے اختلاف کی اصلیّت، جانبین کے تقریباً مکمّل دلائل اوران کا بے لاگ جائزہ پیش کیا جاسکے، ایسے مسائل میں سے ہی ایک یہ مسئلہ " آمین بالجھر " بھی ہے۔

جسے ہم نے اپنی حد تک مدلّل اور قدرے مفصّل طور پر پیش کردیا ہے۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ دلائل کی قوّت و وزن دیکھ کر راجح جانب کو اختیار کریں، اور باپ دادوں کے انداز پر چلنے والی روش کو چھوڑ کر صحیح راہ اپنائیں

یا لکیر کے فقیر بنیں رہیں۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ وَ مِنْهُ الْقَبُوْلُ

اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اور پھر اپنی لختِ جگر عزیز بیٹی آنسہ شکیلہ قمر کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب سمجھتا ہوں کہ عزیزہ سلّمہا اللہ نے ہمارے اس موضوع سے متعلقہ ریڈیائی تقاریر کے مسودات کو کتابی شکل میں ڈھال دیا ہے۔

وَفَّقَهَا اللّٰهُ لِلْمَزِيْدِ وَ تَقَبَّلَ مِنْهَا

اپنے ان تمام احباب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی طرح بھی تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان کے اہل و مال اور ایام و اعمال میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

اس کے ساتھ ہم اپنے **مکتبہ کتاب و سنت** ریحان چیمہ سیالکوٹ پاکستان کے مدیر مولانا غلام مصطفیٰ فاروق کے لئے بھی دعا گو ہیں، جنہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت، تزئین و آرائش پر خوب محنت کی ہے۔ اور کتاب کو زیادہ مفید اور بہتر ظاہری و معنوی محاسن سے آراستہ کیا ہے۔

جزاہ اللہ خیرا احسن الجزاء

وَ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ .

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

ابو عمران محمد منیر قمرنواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ الخبر و داعیہ متعاون بمراکز الدعوۃ و الارشاد بالدمام والظہران و الخبر (سعودی عرب)

1418/6/18ھ

1997/10/19ء

مقدمۃ

﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ، أَمَّا بَعْدُ : ﴾

قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ کے احکام وفرائض اور عبادتیں تو بہت سی ہیں بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد ہی فرائض الٰہیہ کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ. ﴾

(سورۃ الذّٰریٰت : ۵۲)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کیلئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

نماز تمام فرضوں میں سے اہم الفرائض اور تمام عبادتوں میں سے افضل العبادات ہے، یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات مالکِ ارض وسماء نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں تمام عبادات میں سے سب سے زیادہ جس عبادت کا تذکرہ کیا ہے وہ نماز ہی ہے، الفاظ بدل بدل کر اس کی اہمیت وفضیلت کو اجاگر کیا گیا ہے ۔ نماز میں اختتام فاتحہ پر ''آمین'' کہنا سنتِ رسول ﷺ ہے، آمین کہنے والے کے پچھلے تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، علاوہ ازیں اگر کوئی قوم اکٹھی ہو اور ان میں سے کچھ لوگ دعاء کریں اور کچھ آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعاء کو

قبول فرماتا ہے۔

زیر نظر کتاب ''آمین معنیٰ ومفہوم، فضیلت، امام ومقتدی کیلئے حکم'' میں قائلین آمین بالجہر اور قائلین آمین بالسر دونوں فریق کے دلائل ذکر کر کے ان کا بے لاگ جائزہ پیش کیا گیا ہے، اور آمین بالجہر کو احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام نیز آئمہ کرام اور محققین علماء وفقہاء کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے اور اس موقف کو راجح اور صحیح تر قرار دیا گیا ہے مؤلف نے فریقین کے دلائل ذکر کر کے کہا ہے:

اب آپ کو اختیار ہے کہ دلائل کی قوت ووزن دیکھ کر راجح جانب کو اختیار کریں اور باپ دادوں کے انداز پر چلنے کی روش کو چھوڑ کر صحیح راہ اپنائیں، یا پھر لکیر کے فقیر بنیں رہیں۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَمِنْہُ الْقُبُوْلُ

اس کتاب کو پانچ جلی عنوانات سے مزین کیا گیا ہے اور پھر ان پر دلائل دیئے گئے ہیں:

① اختتامِ فاتحہ پر آمین کہنا اور اس کی فضیلت۔
② آمین بالجہر ...... احادیثِ نبویہ سے۔
③ آثارِ صحابہ وتابعین اور آئمہ محققین علماء وفقہاء۔
④ مانعین جہر وقائلین سر کے دلائل اور ان کا تجزیہ۔
⑤ آمین سے متعلقہ بعض دیگر مسائل۔

اس کتاب کے مؤلف محقق عالمِ دین فضیلۃ الشیخ **محمد منیر قمر** حفظہ اللہ مترجم سپریم کورٹ، الخبر، داعیہ متعاون بمرکز الدعوۃ والارشاد بالدمام والظہران والخبر، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ ہیں، مولانا قمر

صاحب ﷾ ایک متحرک اور فعّال شخصیت ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ علم دین کے ساتھ ساتھ ان کا ذہن تبلیغ دین کے جذبہ سے سرشار اور دل اشاعتِ سنت کے داعیہ سے معمور ہے۔

اس کتاب کے مسودہ کو ایک مربوط شکل میں مرتب کرنے والی قمر صاحب کی لختِ جگر آنسہ شکیلہ قمر ﷾ کی یہ بلا شبہ ایک عمدہ کاوش ہے۔

وفقها الله و تقبّل منها

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس کتاب کے مؤلّف و مرتبہ و مقدّم اور کسی بھی طرح اس کی طباعت و اشاعت میں معاون بننے والوں کیلئے ذریعۂ نجات بنائے اور مزید دین حنیف کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

11 اکتوبر 2000ء	**غلام مصطفی فاروق** (ریحان چیمہ)
12 رجب 1421ھ	خطیب جامع مسجد توحید، ڈسکہ

صدیقیہ اسلامک لائبریری
گلشن اقبال کالونی عارف والا
کی طرف سے یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی ہے

اختتامِ فاتحہ پر آمین کہنا اور اس کی فضیلت

جب نمازی دن یا رات کی کسی بھی فرض یا نفلی نماز میں یا نماز کے علاوہ سورہ فاتحہ کو اس کے آخری الفاظ [وَلَا الضَّآلِّيْن] تک مکمل پڑھ لے تو پھر وہ [آمِین] کہے ۔

آمین کا معنیٰ :

آمین کا معنیٰ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ .

"اے اللہ میری دعاء قبول فرما۔"

یا پھر:

كَذٰلِكَ فَافْعَلْ .

"اے اللہ ایسے ہی کر جیسے کہ طلب کیا جا رہا ہے ۔"

یا پھر یہ بھی معنیٰ کیا گیا ہے :

كَذٰلِكَ فَلْيَكُنْ .

"ایسے ہی ہو ."

علامہ منذری ؒ نے الترغیب و الترھیب میں یہ بھی نقل کیا ہے :

ھُوَ اِسْمٌ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی .

"آمین اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔"

یہ بات مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی آئی ہے لیکن وہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ نے فتح الباری میں، اور

علامہ مبارکپوری" نے تحفۃ الاحوذی میں اور دارقطنی نے تفسیر میں صراحت کی ہے، سنن ابی داوٗد میں ایک صحابی حضرت ابوزُہیر النمیر ی ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّ آمِيْنَ مِثْلَ الطَّابِعِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ.

"[سورۂ فاتحہ یا دعاء کے بعد] آمین اسی طرح ہے جس طرح خط کے آخر میں مہر ہوتی ہے۔"

پھر انہوں نے وہ حدیث ذکر کی جس میں ہے :

إِنْ خَتَمَ بِآمِيْنَ فَقَدْ أَوْجَبَ . (1)

"اگر اس نے اپنی دعاء کو آمین پر ختم کیا تو اپنی دعاء قبول کروالی۔"

آمین کے معنی ومفہوم کی تفصیل کتبِ لغت مثلاً الصحاح للجوهری وغیرہ کے علاوہ کتبِ حدیث وتفسیر مثلاً الترغیب و الترھیب للمنذری ، فتح الباري حافظ ابن حجر ، تحفة الاحوذي للمبارکپوری ، عون المعبود للعظیم آبادي و شرح السنه بغوی، تفسیر القرآن لابن کثیر اور تفسیر قرطبی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔(2)

---

(1) ابو داؤد مع العون ۲/۲۱٤،فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی ۲/۲٦۲وَ لَمْ يَتَكَلَّمْ عَلَيْهِ ،مشکوٰۃ ۱/۲٦۷۔۲٦۸ بتحقیق الشیخ الالبانی وقال بِسَنَدٍ لَيِّنٍ ،المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۲۹۷ حدیث : ۷٥٦ .

(2) مختار الصحاح رازی (ص:۲۷)،مختصر ابن کثیر رفاعی ۱/۱۸،تفسیر ابن کثیر ۱/۳۱،فتح الباری ۲/۲٦۲،تحفة الاحوذی علامه عبد الرحمن مبارکپوری ۲/٦٥،عون المعبود علامه شمس الدین عظیم آبادی ۲/۲۰۹۔۲۱۰،تفسیر قرطبی ۱/۱/۹۰،شرح السنه بغوی بتحقیق الارناؤوط ۳/٦۳،صحیح ابی داؤد للالبانی حدیث:۸٥۸ ،صحیح سنن النسائی للالبانی، حدیث:۱۰۱۹ .

آمین کا کہنا سنّتِ رسول اللہ ﷺ سے ثابت، مشروع اور مستحب ہے، اور سورۂ فاتحہ کی تکمیل پر آمین کہنے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں بلکہ تمام آئمہ وفقہاء کا آمین کہنے پر اتفاق ہے، اور آمین امام ومقتدی، اسی طرح مردوزن سب کے لیۓ یکساں ہے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، ابو عوانہ، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالك، المنتقیٰ ابن الجارود، سنن کبریٰ بیہقی، مؤطا امام محمد، مسند شافعی، کتاب الأم شافعی، محلّی ابن حزم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ آمِيْنَ. (3)

”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیے گئے، اور نبی ﷺ بھی آمین کہا کرتے تھے“

فرشتوں کے بھی آمین کہنے کی صراحت صحیح بخاری شریف، نسائی، ابن ماجہ اور شرح السنّہ میں مذکور ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

(3) شرح السنہ بغوی ۶۰/۳، المحلّی ابن حزم ۲۶۴/۳، ارواء الغلیل للالبانی ۶۲/۲، مشکوٰۃ ۲۶۳/۱، ترمذی مع التحفہ ۷۸/۲، ابو داؤد ۲۱۱/۲۔۲۱۲، صحیح النسائی ۲۰۱/۱، موطا مع تنویر الحوالك ۱۰۸/۱/۱۔۱۱۱، بخاری مع الفتح ۲۶۲، مسلم مع النووی ۱۲۸/۴/۲۔۱۲۹ .

إِذَا أَمَّنَ الْقَارِيُ فَأَمِّنُوْا ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (4)

”جب قراءت کرنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، بے شک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی، اس کے پہلے تمام گناہ بخشے گئے“

ایک حدیث میں تو آمین کہنے کا موقع بھی واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم ، ابو داؤد اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ[غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ] ،فَقُوْلُوْا آمِيْنَ،فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ . (5)

”جب امام [غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ] کہے تو تم آمین کہو، جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی، اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔“

صحیح مسلم شریف اور ابوداؤد ونسائی کی ایک قدرے طویل حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں، جس کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں :

وَإِذَا قَالَ :[غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ] فَقُوْلُوْا

---

(4) بخاری ۱۱/۲۰۰،صحیح النسائی ۱/۲۰۱،شرح السنه بغوی ۳/۹۱،صحیح ابن ماجه ۶۹۳ ،مشکوٰۃ ایضاً .

(5) بخاری ۲/۲۶۶،مسلم ۲/۴/۱۲۹ ،بحواله بالا واللفظ للبخاری ولمسلم نحوه ،صحیح ابی داؤد ۱/۱۷۶،ابو داؤد ۲/۲۰۹ ،صحیح النسائی ۱/۲۰۱ ،صحیح الجامع ۷۰۷ .

آمِیْنَ ،یُجِبْکُمُ اللّٰہُ...... الخ . (6)

''اور جب[غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ] کہے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری دعاء کو قبول کرے گا۔''

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے طبرانی کبیر میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا قَالَ الْاِمَامُ:[غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ] ، فَقُوْلُوْا آمِیْنَ، یُجِبْکُمُ اللّٰہُ. (7)

''جب امام [غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ] کہے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری دعاء قبول کرے گا۔''

مستدرک حاکم میں حضرت حبیب بن مسلم الفہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا :

لَا یَجْتَمِعُ مَلَأٌ،فَیَدْعُوْ بَعْضُھُمْ وَ یُؤَمِّنُ بَعْضُھُمْ اِلَّا أَجَابَھُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ . (8)

''جب کوئی قوم اکٹھی ہو اور ان میں سے کچھ لوگ دعاء کریں اور کچھ آمین کہیں، تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی دعاء کو قبول فرماتا ہے۔''

صحیح بخاری و مسلم،مؤطا امام مالك، نسائی اور شرح السنہ بغوی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

اِذَا قَالَ أَحَدُکُمْ [وَلِمُسْلِمٍ هُنَا:فِي الصَّلٰوۃِ]آمِیْنَ وَقَالَتِ

---

(6) مسلم ۲/٤/۱۲۰ و مشکوٰۃ ایضاً،صحیح الترغیب للالبانی ۱/۲۷۸ .

(7) صحیح الترغیب ۱/۲۰٦ حدیث:٦۷۲ .

(8) بحوالہ فتح الباری ۱۱/۲۰۰ وَلَمْ یَتَکَلَّمْ عَلَیْهِ .

اَلْمَلَائِکَةُ فِي السَّمَآءِ آمِیْنَ،فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ . (9)

صحیح مسلم میں ہے کہ:

''جب تم میں سے کوئی شخص [نماز میں] آمین کہے اور فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں، ان کی آمین اُن کی آمین سے مل گئی تو گزشتہ تمام گناہ معاف ہو گئے۔''

مصنف عبد الرزاق میں حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں :

صُفُوْفُ أَهْلِ الْأَرْضِ عَلٰی صُفُوْفِ أَهْلِ السَّمَآءِ ، فَاِذَا وَافَقَ آمِیْنُ فِي الْأَرْضِ آمِیْنَ فِي السَّمَآءِ غُفِرَ لِلْعَبْدِ . (10)

''زمین پر بنائی گئی [نمازیوں کی] صفیں آسمان پر بنائی گئی [فرشتوں کی] صفوں کے برابر ہوتی ہیں، اور جب زمین والوں کی آمین آسمان والوں کی آمین سے مل گئی تو اس بندے کی مغفرت ہو گئی۔''

یہ روایت بظاہر تو حضرت عکرمہؒ کی تفسیر ہے، لیکن بقول حافظ ابن حجرؒ :

وَمِثْلُهٗ لَا یُقَالُ بِالرَّأْيِ . (11)

''ایسی باتیں اپنی رائے سے نہیں کہی جاتیں [بلکہ اس کی بنیاد میں یقیناً کوئی حدیثِ رسول ﷺ ہوگی]۔''

اِن احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا بڑی فضیلت والا عمل ہے، وہ نماز سے باہر ہو یا نماز میں، اکیلا ہو یا مقتدی ہو یا امام، نمازِ پنجگانہ ہو یا جمعہ و جنازہ، عیدین ہو یا تراویح یا چاہے نمازِ تسبیح ہو، نمازِ چاشت ہو یا

(9) بخاری ۲/۲۶۶، مسلم ۲/۴/۱۲۹، صحیح النسائی ۱/۲۰۲، شرح السنه ۳/۹۲، موطا ۱/۱/۱۱۱ .

(10) بحواله فتح الباری ۲/۲۶۵ .

(11) الفتح ۲/ ۲۶۵ .

اوّا ہیں، چاہے کوئی دوسری نماز ہو اس میں کوئی فرق نہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک امام کو آمین نہیں کہنی چاہئیے، صرف مقتدی ہی کہیں اور ان کا استدلال صحیحین، اور موطا امام مالک اور ابوداؤد نیز دیگر کتب والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس حدیث سے ہے جس میں وہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ...الخ . (12)

"جب امام [غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ] کہے تو تم آمین کہو .

مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آمین نہ کہے .(13)"

جب کہ دیگر تمام آئمہ وفقہاء کا استدلال صحیحین وسنن وغیرہ کی ان دوسری تمام احادیث سے ہے جن میں ہے :

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا ..... الخ .

"جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔"

تمام سابقہ گناہوں کی بخشش :

ان احادیث میں یہ بات بھی آ گئی ہے کہ نمازیوں کی صفیں جس طرح زمین پر ہوتی ہیں اسی طرح ہی فرشتوں کی صفیں آسمان پر ہوتی ہیں اور وہ بھی آمین کہتے ہیں، اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے تمام سابقہ صغیرہ گناہ بخشے گئے، البتہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر نہیں بخشے جاتے ۔ اور ابن ماجہ کے بعض غیر متداول نسخوں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں سابقہ گناہوں کے ساتھ ہی ((وَمَا تَأَخَّرَ)) کے الفاظ

(12) حاشیہ نمبر :٥ .

(13) المغني ابن قدامه ٢/١٦٠_١٦١ بتحقيق التركي .

بھی ہیں کہ آئندہ کے گناہ بھی بخشے گئے، لیکن یہ الفاظ محدثین کرام کے نزدیک صحیح نہیں ہیں ۔ (14)

پھر یہی کیا کم ہے کہ باادب طریقہ سے محض ایک لفظ آمین کہنے سے پہلے والے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، یہ بھی تو رحمتِ الٰہی ہے ورنہ اتنا کہنے والا کون سا تیر مارتا ہے ۔

ان احادیث میں جو آیا ہے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق آگئی یا ان کی آمین سے مل گئی اس کے پہلے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں تو ان کی آمین کے باہم موافق آنے یا ملنے کے کئی معنے بیان کیے گئے ہیں مثلاً :

فرشتوں کے آمین کہنے کے وقت سے نمازیوں کے آمین کہنے کے وقت کا ملنا، اسی طرح آواز اور انداز کا ملنا وغیرہ۔

فرشتوں کا آمین کہنا:

سابق میں ہم نے آمین کہنے کی فضیلت پر مشتمل جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں یہ بات بھی آگئی ہے کہ آسمان پر فرشتے بھی زمین کے نمازیوں کے ساتھ ہی آمین کہتے ہیں۔ اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق آگئی اس کے سابقہ تمام صغیرہ گناہ بخشے گئے ، یہاں پہلی بات تو وضاحت طلب یہ ہے کہ آسمان کے تمام فرشتے نمازیوں کے ساتھ آمین کہتے ہیں یا کچھ؟

تو اِس سلسلہ میں شارحینِ حدیث میں سے امام نووی شارحِ مسلم اور صاحبِ فتح الباری نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے سبھی فرشتے آمین کہتے ہیں، جب کہ یہ کہا گیا ہے کہ ان سے مراد صرف

(14) فتح الباری ٢/٢٦٥ ۔

محافظین ہیں سب نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ان سے مراد محافظین فرشتے نہیں تو پھر وہ فرشتے مراد ہیں جو باری باری زمین پر نازل ہوتے ہیں، اور جو صحیح تر بات ہے وہ یہ کہ ان سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں وہ زمین پر ہوں یا آسمان پر۔ (15)

موافقت کا معنیٰ:

دوسری بات یہ کہ نمازیوں کی آمین کے فرشتوں کی آمین سے مل جانے یا اس کے موافق آجانے کا معنیٰ و مفہوم بھی مختلف اہلِ علم نے الگ الگ بیان کیا ہے، چنانچہ امام ابن حبان نے جب اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا تو ساتھ ہی یہ معنیٰ لکھا کہ اس موافقت سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کے اخلاص سے موافقت ہو جائے ۔(16)

یہی بات بعض دیگر علماء نے بھی کہی ہے اور فرشتوں کی بعض صفاتِ حمیدہ سے موافقت کا معنیٰ مراد لیا ہے، اور کسی نے کوئی دوسرا معنیٰ بیان کیا ہے، جس کی تفصیل فتح الباری، شرح مسلم نووی، تحفہ الاحوذی اور دوسری شروح حدیث میں دیکھی جاسکتی ہے۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ اور دیگر مختلف مفاہیم و معانی ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ جس معنیٰ کو ترجیح دی ہے وہ یہ کہ اس موافقت سے مراد یہ ہے:

اَلْمُوَافَقَةُ فِي الْقَوْلِ وَ الزَّمَانِ .

”آمین کہنے کی آواز اور اس کے وقت میں موافقت آجائے۔“

یعنی بیک وقت بیک زبان اور بیک انداز ہو تو ایسے نمازی کے تمام سابقہ صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔

---

(15) فتح الباری ۳۶۵/۲ ،عون المعبود ۲۱۱/۲ .

(16) الاحسان بترتیب ابن حبان بتحقیق الارناؤوط ۱۰۶/۵۔۱۰۷ .

اس قدر ثواب کی حکمت:

البدر بن المنیر نے انداز اور وقت میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کرنے کے اس قدر ثواب کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس ثواب کے حصول کے لیئے نمازی و مقتدی پوری طرح باہوش اور متوجہ رہے، اور غفلت سے کہیں اس وظیفہء آمین کو ادا کرنے میں لحہ بھر کی تقدیم وتاخیر نہ کرنے پائے اور فرشتے چونکہ ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں، غفلت نام کی ان میں کوئی چیز نہیں ہے، لہٰذا جس کی آمین ان کی آمین سے مل گئی وہ گویا کہ نماز میں پوری مستعدی اور توجہ سے موجود ہے، اور اسی پر اسے یہ اجر وثواب ملتا ہے۔(17)

آمین سے چڑنے پر وعید:

آمین کو اس کے آداب کے ساتھ کہنے کا جہاں اس قدر اجر وثواب ہے وہیں یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض احادیث میں آمین کہنے پر چڑنے والوں کو بھی بڑی سخت وعید سُنائی گئی ہے، چنانچہ الادب المفرد امام بخاری، سنن ابن ماجہ ،صحیح ابن خزیمہ اور مسند احمد و سراج میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ ۔

”یہودی تمہارے ساتھ اتنا حسد کسی دوسری بات پر نہیں کرتے جتنا حسد وہ

(17) الادب المفرد امام بخاری (ص:٤٣٧)، شرح مسلم نووی ١٣٠/٤/٢ ،فتح الباری ٣٦٥/٢ ،عون المعبود ٢١١/٢، تحفة الاحوذی ٧٩/٢ ، صحیح ابن ماجه للالبانی (ص:٦٩٧)،الصحیحه للالبانی :٦٩١ ، صحیح الترغیب :٥١٥ ، الجامع الصحیح :٥٦١٣ .

تمہارے باہم سلام کہنے اور آمین کہنے پر کرتے ہیں۔"

مسند احمد میں حدیث اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے یہودیوں کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

إِنَّهُمْ لَمْ يَحْسُدُونَا عَلىٰ شَيْءٍ كَمَا حَسَدُونَا عَلىٰ الْجُمُعَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَ ضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلىٰ الْقِبْلَةِ الَّتِي هَدَانَا اللّٰهُ لَهَا وَضَلُّوا عَنْهَا ، وَعَلىٰ قَوْلِنَا خَلْفَ الْإِمَامِ: آمِين. (18)

"وہ ہمارے ساتھ کسی معاملہ میں اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ جمعہ کے بارے میں حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں یہ عطا فرمایا اور وہ اس سے بے بہرہ رہے اور قبلہ و کعبہ کے معاملہ میں بھی کہ انہیں تو وہ نصیب نہ ہوا، البتہ ہمارے مقدر میں وہ آگیا، اور امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر بھی وہ بہت حسد کرتے ہیں۔"

اسی موضوع کی ایک دوسری روایت سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں ہے :

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلىٰ شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلىٰ آمِيْنَ فَأَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ آمِيْن . (19)

"یہودی تمہارے ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کرتے جتنا وہ تمہارے آمین

---

(18) الادب المفرد (ص:٤٣٧) ،مجمع الزوائد علّامه هيثمى ١١٥/٢/١ ،بحواله صحيح الترغيب ٢٧٨/١ ، صفة صلوٰة النبى ﷺ للالبانى ص:٨٣،فتح البارى ٢٠٠/١١ .

(19) ضعيف ابن ماجه للالبانى (ص:٦٦) ،فتح البارى ٢٠٠/١١ ،تفسير ابن كثير ٣١/١ ،ضعيف الجامع الصغير للالبانى حديث :٥٠٥٥ .

کہنے پر کرتے ہیں، لہٰذا تم بکثرت آمین کہا کرو۔"

اس روایت کی سند میں ایک راوی طلحہ بن عمرو ہے جسے محدّثین کرام نے ضعیف کہا ہے، لہٰذا یہ سند تو ضعیف ہے. جیسا کہ امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور محدّث البانی نے اسے ضعیف سنن ابن ماجہ میں وارد کیا ہے، البتہ پہلی حدیث چونکہ اسی معنیٰ ومفہوم کی ہے، لہٰذا یہ روایت نہ بھی ہوتی تو آمین کہنے پر اور کہنے والوں سے چڑنے پر جو وعید اس پہلی روایت میں ہے وہی بات بہت کافی ہے، اور اس موضوع کی صحیح حدیث ہونے کی وجہ ہی ہوگی کہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نقل کیا ہے مگر اس پر کوئی کلام نہیں کیا، جبکہ ان کا یہ انداز اس روایت کے حسن ہونے کا پتہ دیتا ہے، لیکن اس روایت سے قطع نظر اصل بات جب صحیح حدیث سے ثابت ہے تو پھر یہ دوسری روایت حسن ہو یا ضعیف السند اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس موضوع کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ معجم طبرانی اوسط میں ہے، جس میں ارشادِ نبوی ﷺ کے الفاظ یوں مروی ہیں :

إِنَّ الْيَهُوْدَ قَدْ سَئِمُوْا دِيْنَهُمْ وَهُمْ قَوْمٌ حُسَّدٌ وَلَمْ يَحْسُدُوْا الْمُسْلِمِيْنَ إِلَّا عَلَىٰ أَفْضَلِ ثَلَاثٍ: رَدِّ السَّلَامِ وَ إِقَامَةِ الصُّفُوْفِ وَقَوْلِهِمْ خَلْفَ إِمَامِهِمْ فِي الْمَكْتُوْبَةِ : آمِيْنَ.(20)

"بے شک یہودی اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ بڑی حاسد قوم ہے، اور مسلمانوں سے وہ تین انتہائی فضیلت والی چیزوں پر حسد کرتے ہیں [اور وہ ہیں:]

① سلام کا جواب دینا۔ ② صفیں بنانا۔

③ اور فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔"

---

(20) مجمع الزوائد ۱/۲/۱۱۶ وَحَسَّنَهُ .

نسخہء مغفرت وقبولیّت اور امر مصطفی ﷺ:

غرض آمین کہنے سے اور کہنے والوں سے چڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ تو گناہوں کی مغفرت اور قبولیّتِ دعاء کے لیے ایک نسخہ ہے، جیسا کہ سابق میں ہم احادیث ذکر کر آئے ہیں، انہی میں مستدرک حاکم کی یہ حدیث بھی گزری ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَجْتَمِعُ مَلَأٌ،فَیَدْعُو بَعْضُهُمْ وَیُؤَمِّنُ بَعْضُهُمْ اِلَّا أَجَابَهُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ. (21)

”جب کوئی قوم مل جائے اور ان میں سے بعض دعاء کریں،اور کچھ آمین کہیں تو اللہ اس کی سن لیتا ہے۔“

ایسے ہی صحیح مسلم وابوداود والی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

وَاِذَا قَالَ:غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُولُوا آمِیْنَ،یُجِبْكُمُ اللّٰهُ. (22)

”جب[امام] غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو،اللہ تمہاری سن لے گا۔“

اس میں چڑنے کی بات ہی کیا ہے؟ جب کہ خود نبی اکرم ﷺ آمین کہا کرتے تھے،اور آپ ﷺ نے بصیغہء امر آمین کہنے کا حکم بھی فرمایا ہے،جیسا کہ ذکر کی گئی احادیث کے الفاظ ہیں:

اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا ،اِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوْا، وَاِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا: آمِیْنَ.

(21) دیکھئے تخریج نمبر:٨ .

(22) دیکھئے تخریج نمبر:٦

”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، جب قراءت کرنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، اور جب امام [غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ] کہے تو تم آمین کہو۔“

اِن سب احادیث میں ((أَمِّنُوْا)) اور ((قُوْلُوْا)) سب امر کے صیغے ہیں اور امر کا صیغہ عموماً وجوب کے لیۓ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم خصوصاً اہل ظاہر نے مقتدی کے لیۓ آمین کہنے کو واجب قرار دیا ہے، اور امام و منفرد کے لیۓ مندوب۔ (23)

یہ تو ہوا بصیغہ امر نبی اکرم ﷺ کا اِرشاد، جس پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔

عملِ مُصطفیٰ ﷺ:

اب آیۓ اس سلسلہ میں خود نبی اکرم ﷺ کا عملِ مبارک بھی کتبِ حدیث سے تلاش کریں، چنانچہ جزء القراءۃ امام بخاری اور ابو داؤد و ترمذی میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ وَقَالَ: آمِيْنَ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. (24)

”میں نے نبی اکرم ﷺ کو ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھتے سُنا، جس کے بعد آپ ﷺ نے آمین کہا اور آواز کو لمبا کھینچا۔“

---

(23) فتح الباری ۲/۲٦٤، سبل السلام شرح بلوغ المرام علّامہ صنعانی ۱/۱۷۳، نیل الاوطار امام شوکانی ۱/۲/۲٤۹۔

(24) ابو داؤد ۳/۲۰۵ وَصَحَّحَهُ الْأَلْبَانِي فِي صِفَةِ الصَّلٰوةِ (ص:۵۳)، ترمذی ۲/٦۵۔٦٦، جزء القراءۃ امام بخاری مترجم اُردو (ص:۱۱٦)، صحیح ابی داؤد ۱/۱۷٦، ابو داؤد ۱/۱۷٦، مسند احمد ٤/۳۱٦، تلخیص الحبیر ابن حجر ۱/۲۳٦، دار قطنی ۱/۳۳۳۔۳۳٤، سنن البیہقی ۲/۵۷۔

اس حدیث کی سند کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، اور بعض دیگر کبار محدّثین حتّٰی کے علماءِ احناف نے بھی اسے جیّد کہا ہے . (25)

ابوداؤد میں ایک دوسرے طریق سے مروی حدیث میں حضرت وائل بن حُجرؓ بیان فرماتے ہیں:

اِنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَهَرَ بِآمِيْنَ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ خَدِّهِ. (26)

"انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی، اور آپ ﷺ نے دائیں بائیں دونوں جانب سلام پھیرا، یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے رخسار کی سفیدی دیکھی۔"

کتبِ حدیث میں سے صحیح ابن حبان، دار قطنی، بیهقی اور مستدرك حاكم میں حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ اُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ: آمِيْنَ . (27)

"نبی اکرم ﷺ جب سورۃ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔"

اس حدیث کی سند کو دار قطنی نے حسن کہا ہے، اور امام بیہقی نے ان کی تحسین کو برقرار رکھا ہے، اور امام حاکم نے اسے بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح کہا ہے، اور علّامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے . (التلخیص)

(25) دیکھیے سلسله الاحاديث الصحيحه للالبانى ۷۵۵/۱، تحفة الاحوذى ۶۸/۲

(26) ابو داؤد ۲۰۸/۳، الصحيح ۷۵۵/۱، صحيح ابى داؤد ۱۷۶/۱ .

(27) الاحسان ۱۱۲/۵، الصحيح ۷۵۳/۱، التلخيص الحبير ۲۳۶/۱/۱ دارقطنی ۱۲۷، ابن حبان ۴۶۲ .

لیکن خود علاّمہ ذہبی نے اپنی ضعفاء میں اور حافظ ابن حجر نے التقریب میں اس کی سند کے ایک راوی اسحاق بن ابراہیم پر کلام کیا ہے، اور اسے ضعیف کہا ہے۔ (28)

یہ تو ہوا اس سند کے بارے میں جب کہ یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے جو سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں ہے، وہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَلاَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ: آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

”رسول اللہ ﷺ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھتے تھے تو آمین کہتے، یہاں تک کہ صفِ اوّل میں آپ ﷺ کے قریب کھڑے لوگ آپ ﷺ کی آواز سنتے تھے۔“

ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ.﴾ (29)

”آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی۔“

جب کہ اس کی سند کو بھی علاّمہ بوصیری نے مصباح الزجاجه فی زوائد ابن ماجه میں، حافظ ابن حجر نے التقریب میں اور علاّمہ البانی نے سلسله الأحاديث الصحيحه میں ابو عبداللہ نامی راوی کے مجہول الحال اور ایک دوسرے راوی بشر بن رافع کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (30)

(28) الصحيحه ١/ ٧٥٤ ۔

(29) ابو داؤد ٣/ ٢٠٨ ـ ٢٠٩، ضعيف ابن ماجه (ص: ٦٦) ۔

(30) التقريب لابن حجر (ص: ٦١)، سلسله الاحاديث الصحيحه ١/ ٧٥٤ ۔

البتہ حافظ ابن حجر نے ابوعبداللہ کو مقبول قرار دیا ہے ۔(31)

حدیث کے ان دونوں طرق پر تو کلام کیا ہے، لیکن فی نفسہ حدیث صحیح وقوی ہے ، بلکہ مختلف طرق واسانید پر مشتمل ان احادیث کا مجموعہ درجہ صحت کو پہنچ چکا ہے، جیسا کہ کبار محدثین کرام کی تصریحات ہم نے ذکر کی ہیں۔ اور ان احادیث کے مجموعی مفاد سے ایک بات جو پوری طرح واضح ہے وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا خود اپنا عمل مبارک یہ رہا ہے کہ آپ ﷺ سورۂ فاتحہ مکمل کرنے کے بعد آمین کہا کرتے تھے، لہٰذا سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا جس طرح امرِ نبوی ﷺ ہے، اسی طرح ہی عملِ مصطفوی ﷺ بھی ہے، جب ان سب احادیث کو بغور دیکھا جائے تو اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ سورۂ فاتحہ کے خاتمہ پر آمین کہنا، نبی اکرم ﷺ کی سنّت ہے، اور کوئی چاہے اکیلا ہو یا امامت کروا رہا ہو اور چاہے مقتدی ہو، ہر کسی کے لئے آمین کہنا سنت ہے ۔

آمین بالجہر بالسِّر کے مذاہب:

اب باری ہے اس موضوع کی کہ آمین بلا آواز کہی جائے یا آواز کے ساتھ یعنی آمین بالجہر سنّت ہے یا آمین بالسِّر؟ اور کیا امام ومقتدی سب جہری نمازوں میں جہراً آمین کہیں یا صرف امام ہی جہراً کہے اور مقتدی سرّاً کہیں؟

اس سلسلہ میں کل تین مذاہب ہیں، دو تو بڑے معروف ہیں، ایک یہ کہ امام و مقتدی سبھی جہری نمازوں میں جہراً آمین کہیں، دوسرا یہ کہ نمازیں سرّی ہوں یا جہری امام ومقتدی سبھی سرّاً یعنی بلا آواز آمین کہیں ۔

اور اس سلسلہ میں ایک تیسرا مسلک یہ ہے کہ جہری نمازوں میں صرف امام جہراً آمین کہے مقتدی ہر نماز میں صرف سراً ہی آمین کہیں اور ظاہر ہے کہ ان تینوں میں سے

31 ۔ تقریب التقریب (ص:۵۹۷) ۔

دونو معروف مسلک ہیں، جہراً آمین والا بھی اور سراً آمین والا بھی، جبکہ کتاب الأم میں امام شافعی اس تیسرے مسلک کے قائل تھے۔(32)

بعض اہل علم [شیخ البانی] نے اس مسلک کو پہلے اوسط واعدل مذہب قرار دیا ،لیکن بعد میں حقیقت کھل جانے پر اس سے رجوع کرلیا .(33)

ان کا استدلال بھی انہی احادیث سے ہے جو کہ ابھی ہم نے ذکر کی ہیں، یا جو اس معنی کی دوسری احادیث بھی ہیں جن میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں:

((رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ:آمِيْنَ))

اور

((قَالَ آمِيْنَ يَسْمَعُ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ))

اور

((قَالَ آمِيْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ))

اور

((فَجَهَرَ بِآمِيْنَ))

جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں جو امام کے آمین بالجہر کہنے کا پتہ دیتے ہیں۔جب کہ امام ترمذی ؒ اور دوسرے علماء نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ امام ومقتدی دونوں کے بالجہر آمین کہنے کے قائل تھے، جو کہ دو معروف مذاہب میں سے ایک مذہب ہے .

---

(32) عمدة القاری للعینی ۳/٦/٥٠ .

(33) صفة الصلوٰة (ص:١٠٢)،الصحیحه ٧٥٥/١،سلسله الاحادیث الضعیفه للالبانی ٣٦٨/٢-٣٦٩ وَ الرُّجُوْعِ إِلَى الْحَقِّ فَضِيْلَة [حق کی طرف رجوع کرنا افضل وضروری ہے] .

آمین بالجہر:

جب کہ اس سلسلہ کے دو معروف مذاہب میں سے ایک یہی ہے کہ سرّی نمازوں میں تو امام سرّاً قراءت کرتا ہے، لہٰذا وہ سرّاً ہی آمین کہے گا، اور مقتدیوں کے لیۓ بھی چونکہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے [جیسا کہ اس موضوع پر مشتمل اپنی کتاب میں ہم تفصیل ذکر کر چکے ہیں.(34)

لہٰذا وہ بھی جب سرّی نماز میں ہوں تو اختتامِ فاتحہ پر سرّاً ہی آمین کہیں، البتہ جب نماز جہری ہو، امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو اور سورۃ فاتحہ کی قراءت مکمل کرے، تو امام ومقتدی سب مل کر اور بیک زبان ہو کر بآوازِ بلند آمین کہیں، اور آواز بھی ایسی بلند ہو کہ اس میں چیخ و چنگاڑ کا سا انداز نہ ہو بلکہ دھیمے لہجے میں اور بڑے اچھے انداز سے سب مل کر اس طرح آمین کہیں کہ اس سے مسجد میں گونج پیدا ہو جائے، جیسا کہ ان عرب ممالک کی مساجد میں عموماً مروّج ہے، سوائے ان چندگنی چنی مساجد کے جن میں عرب نمازی نہیں ہوتے اور نہ ہی عرب امام ۔

اس مسلک والوں کا استدلال ان احادیثِ صحیحہ و مرفوعہ اور آثارِ صحابہ سے ہے، جن میں آمین بالجہر کا ذکر وارد ہوا ہے۔ اور یہ جمہورِ اہلِ علم کا مسلک ہے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ والی حدیثِ جہر کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں :

وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ

---

(34) " قراءۃ فاتحہ خلف الامام " کے موضوع پر مشتمل ہماری ریڈیائی تقاریر بھی کتابی شکل میں مرتب ہو چکی ہیں اور عنقریب اسے زیورِ طباعت سے آراستہ کروا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا. ان شاء اللہ۔

صَوْتَهُ بِالتَّأْمِينِ وَلَا يُخْفِيهَا، وَبِهِ يَقُولُ الشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ وَ إِسْحَاقُ.(35)

”نبی اکرم ﷺ کے صحابہ وتابعین اور بعد کے کئی اہل علم کا قول یہی ہے کہ آدمی بلند آواز سے آمین کہے، آہستگی سے نہیں، امام شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔“

امام نووی اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے ہی امام بخاریؒ اور جمہور اہل علم کا مذہب قرار دیا ہے.(36)

آمین بالجہر کے دلائل

اس مسلک کی تائید جن دلائل سے ہوتی ہے، ان میں سے بعض احادیث تو ذکر کی جا چکی ہیں، مثلاً :

پہلی دلیل:

جزء القراءۃ امام بخاری اور ابو داؤد و ترمذی میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ وَقَالَ: آمِينَ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ. (37)

”میں نے نبی اکرم ﷺ کو ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ﴾ پڑھتے سنا، اس کے بعد آپ ﷺ نے آمین کہی اور آواز کو کھینچا۔“

---

(35) ترمذی ۶۸/۲-۶۹، صحیح الترمذی ۷۹/۱ ۔

(36) الفتح ۲۶۴/۲ ،شرح مسلم ۱۳۰/۴/۲

(37) دیکھئے تخریج نمبر: ۲۴

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور بعض کبار محدثین کے علاوہ متعدد علماءِ احناف مثلاً شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمۂ مشکوٰۃ میں، ابوالطیب مدنی نے شرح ترمذی میں اور ابن الترکمانی نے الجوھر النقی میں اسے صحیح قرار دیا ہے .(38)

ابوداؤد کی ایک روایت میں صحیح سند کے ساتھ ((رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ)) کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، ایسے ہی ایک دوسری روایت میں ((فَجَهَرَ بِآمِيْنَ)) کے الفاظ بھی ہیں، جن سے ((وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ)) کی تفسیر وتشریح بھی سامنے آجاتی ہے .(39)

شیخ عبدالحق حنفی نے اللمعات میں اسے ہی اختیار کیا ہے .

دوسری دلیل:

دوسری دلیل ابوداؤد میں ایک دوسرے طریق سے انہی حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے جس میں ہے :

أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجَهَرَ بِآمِيْنَ.(40)

''انہوں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی۔''

تیسری دلیل:

آمین بالجہر کے قائلین کی تیسری دلیل سنن ابن ماجہ، دارقطنی اور مسند احمد میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ہی مروی وہ حدیث بھی ہے جس میں فرماتے ہیں :

---

(38) التحفہ ٦٨/٢ .

(39) دیکھئے ابو داؤد ٢٠٥/٣ ،تحفۃ الاحوذی ٦٦/٢-٦٧ .

(40) صحیح ابی داؤد حدیث :٨٢٥ - ١٧٦/١ ،نیز دیکھئے تخریج نمبر : ٢٦ .

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَالَ: وَلاَ الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: آمِيْنَ، فَسَمِعْنَاهَا مِنْهُ. (41)

''میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، جب آپ ﷺ نے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا، تو آمین کہا اور ہم نے اس کی آواز آپ ﷺ سے سنی۔''

چوتھی دلیل:

ان حدیثوں کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو حدیثوں سے بھی ہوتی ہے، جن کی اسناد پر اگر چہ کلام کیا گیا ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، تاہم اس کا جواب بھی دوسرے محدّثین نے دیا ہے، ان میں سے پہلی حدیث صحیح ابن حبان، دار قطنی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ہے، جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ آمِيْنَ. (42)

''نبی اکرم ﷺ سورۂ فاتحہ کو مکمل کرنے کے بعد بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔''

پانچویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث سنن ابو داؤد، ابن ماجہ میں ایک دوسری سند سے مروی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَلَا: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا

---

(41) صحیح ابن ماجہ ١٤٢/١، الصحیحہ حدیث: ٤٦٤، مشکوٰۃ ٢٦٧/١، التلخیص الحبیر ٢٣٧/١/١ ۔

(42) دیکھئے تخریج نمبر: ٢٧ ۔

الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ. [وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ] فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ. (43)

"نبی اکرم ﷺ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھتے تو آمین کہتے تھے، یہاں تک کہ صفِ اول والے آپ ﷺ کے قریب کھڑے نمازی بھی آپ کی آواز سن لیتے تھے۔ [اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی ہیں] آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی تھی۔"

اس کی سند کے ایک راوی ابو عبداللہ کے مجہول الحال ہونے اور ایک دوسرے راوی بشر بن رافع پر کلام ہونے کی وجہ سے یہ حدیث درجۂ صحت تک نہیں پہنچتی، البتہ بشر کو بعض نے ضعیف اور بعض نے ثقہ کہا ہے ۔ (44)

جرح کرنے والوں کی جرح بھی مبہم ہے مفسّر نہیں اور جس راوی کے بارے میں جرح مبہم ہو اور ثقہ کہنے والے بھی ہوں تو اس کی بیان کردہ حدیث حسن درجہ کی ہوتی ہے، اور امام ابوداوٗد کا سنن میں اور امام منذری کا تلخیص السنن میں سکوت اختیار کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حسن درجہ کی روایت ہے، اور دوسرے راوی ابو عبداللہ کو علامہ زیلعی نے تو نصب الرایہ میں مجہول کہا ہے، جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے التقریب میں اسے مقبول کہا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی بیان کردہ حدیث معتبر ہوتی ہے۔

غرض حضرت ابوہریرہ ص سے مروی یہ دونوں روایتیں اگرچہ متکلّم فیہ ہیں، لیکن درجہ حسن کو پہنچنے والی ہیں، اور اگر انہیں ضعیف بھی مان لیا جائے تب بھی نفسِ موضوع پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ان سے پہلی حضرت وائل بن حجر ص والی تینوں

---

(43) دیکھئے تخریج نمبر: ۲۹ .

(44) نصب الرایہ علامہ زیلعی ۱/۳۷۱، خلاصہ تذھیب الکمال (ص: ٤١) .

حدیثیں کبار محدثین کرام کے نزدیک جید ہیں۔

چھٹی دلیل:

قائلین آمین بالجہر کی چھٹی دلیل وہ حدیث ہے، جو صحیح سند سے سنن ابن ماجہ میں حضرت علی ﷺ سے مروی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَالَ: وَلَا الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: آمِيْنَ. (45)

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا کہ جب آپ ﷺ نے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو پھر آمین کہا۔"

ساتویں دلیل:

قائلین جہر کی ساتویں دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے مروی ہے:

اِذَا قَالَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ، يُجِبْكُمُ اللّٰهُ. (46)

"جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری سن لے گا۔"

آٹھویں دلیل:

آٹھویں دلیل معجم طبرانی کبیر میں حضرت سمرہ بن جندب ﷺ سے مروی ہے، جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

(45) صحیح ابن ماجہ ١٤٢/٢/١ .

(46) دیکھئے تخریج نمبر :٦ .

إِذَا قَالَ الإِمَامُ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾، فَقُولُوا: آمِّيْنَ، يُجِبْكُمُ اللّٰهُ. (47)

''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تمہاری سن لے گا۔''

نویں دلیل:

ان کی نویں دلیل صحیح بخاری ومسلم، ابوداؤد اور دیگر کتبِ حدیث میں مروی وہ ارشادِ نبوی ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بقول آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِذَا قَالَ الإِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، فَقُولُوا: آمِّيْنَ. (48)

''جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔''

اِن آخری چار حدیثوں میں بلند آواز سے آمین کہنے کی صراحت تو نہیں ہے لیکن امام بخاریؒ نے اس آخری حدیث پر یوں تبویب کی ہے:

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّأْمِيْنِ.

''مقتدی کے آمین بالجہر کہنے کا بیان۔''

تو گویا امام بخاریؒ نے اس حدیث سے جہر اخذ کیا اور پھر یہ تبویب قائم کی ہے اور یہ جہر کس طرح اخذ کیا ہے؟

یہ تفصیل فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کر دی ہے، جسے دیکھ لینے سے ان چاروں ہی احادیث سے وجہِ استدلال واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ البدر ابن المنیر

---

(47) دیکھئے تخریج نمبر: ۷۔

(48) دیکھئے تخریج نمبر: ۵۔

سے نقل کرتے ہوئے صاحبِ ''فتح الباری'' اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''امام بخاریؒ کی تبویب سے اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ حدیث میں آمین کہنے کا حکم ہے اور جب کہنے کا خطاب مطلقاً واقع ہو تو اس سے جہراً کہنا مراد ہوتا ہے اور جب اس سے مراد بلا آواز کہنا یا محض تفکر و تدبر ہو تو پھر لفظِ قول کو اس کے ساتھ مقید کر کے خطاب کیا جاتا ہے۔''

اور ابن رشید سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کہ باب سے اس حدیث کی مناسبت کئی طرح سے ہے، ان میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی کہو، یہاں کہنے کے مقابلے میں کہنا آیا ہے اور امام نے جہراً آمین کہا ہے تو ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی کو بھی امام کے آمین کہنے کی صفت کے مطابق ہی جہراً آمین کہنا ہوگا، اور دوسرے یہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: آمین کہو''، اور آمین کہنے کے لیے آپ ﷺ نے جہر یا عدمِ جہر کی کوئی قید نہیں لگائی، اور یہ اثبات کے سیاق میں مطلق ہے، اور اس پر جہر کے انداز سے عمل کیا جائے گا، جس کی دلیل وہی حدیث ہے، جسے امام بخاری [بَابُ جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ] یعنی ''امام کے بلند آواز سے آمین کہنے کے بیان'' میں لائے ہیں۔''

ان کے علاوہ بھی بعض مناسبات ذکر کی گئی ہیں جن کی تفصیل دار الافتاء سعودی عرب، مکتبہ سلفیہ مصر اور بیروت والوں کی شائع کردہ فتح الباری کی جلد دوم کے (ص:۲۶۶۔۲۶۷) پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دسویں دلیل:

اس سلسلہ کی دسویں دلیل صحیح بخاری و مسلم، مؤطا امام

مالك ، سنن نسائی اور شرح السنہ بغوی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ [وَلِمُسْلِمٍ هُنَا فِي الصَّلٰوةِ] آمِين، وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَآءِ آمِين، فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْأُخْرىٰ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (49)

”جب تم میں سے کوئی [بروایتِ مسلم: نماز میں] آمین کہے اور آسمان میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اور ان کی آمین آپس میں مل جائے تو پہلے تمام گناہ بخشے گئے۔“

اس حدیث سے بھی وجہِ استدلال وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کی گئی چار ان احادیث سے ہے جن میں ((إِذَا قَالَ الْإِمَامُ......فَقُولُوا)) کہ ”جب امام آمین کہے تو تم بھی کہو“ کے الفاظ گزرے ہیں۔

گیارہویں دلیل:

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم ، سنن اربعہ، مؤطا امام مالك، المنتقیٰ ابن الجارود، صحیح ابی عوانہ، سنن کبریٰ بیہقی، مؤطا امام محمد ، مسند الشافعی، کتاب الأم شافعی، محلّی ابن حزم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے مروی ایک حدیث ہے، جس کے ایک راوی ابن شہاب کہتے ہیں، جیسا کہ بعض کتبِ حدیث میں ہے :

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: آمِيْنَ. (50)

”نبی اکرم ﷺ آمین کہا کرتے تھے۔“

---

(49) دیکھئے تخریج نمبر : ۹ .

(50) دیکھئے حاشیہ ۲۴، ۲۶، ۲۷، ۲۹ والی احادیث .

راوی کے ان الفاظ میں بھی اس بات کی دلیل موجود ہے کہ نبی ﷺ بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے، ورنہ انہیں کیسے معلوم ہوتا؟ اور ابن شہاب کے اس قول کو معلّق قرار دیتے ہوئے معلول بھی کہا گیا ہے، لیکن شارحین حدیث نے اس کی تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ قول معلّق نہیں بلکہ متّصل بھی مروی ہے جو کہ مؤطا امام مالک کی روایت سے ظاہر ہے اور یہ مراسیل ابن شہاب سے ہے، اور اس کی تائید بھی دوسری حدیثوں سے ہوتی ہے، اور یہی الفاظ دارقطنی کی الغرائب و العلل میں موصولاً بھی مروی ہیں، لیکن موصول روایت ایک راوی حفص بن عمر کے ضعف کی وجہ سے متکلم فیہ ہے۔ (51)

بارہویں دلیل:

اسی طرح سنن نسائی، بیہقی، طحاوی اور مستدرک حاکم میں موصولاً اور صحیح بخاری میں تعلیقاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس میں نعیم المجمر بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَآءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ،ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ،فَقَالَ: النَّاسُ آمِيْنَ...الخ .

"میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی اور جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

---

(51) فتح الباری ٢٦٥/٢ ،تنویر الحوالك سیوطی ١١١/١/١ ،عون المعبود ٢١٢/٣ .

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پر پہنچے، تو انہوں نے آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی۔"

بقیہ نماز کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم.(52)

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میں تم سب کی نسبت نماز پڑھنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہوں۔"

ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب بلند آواز سے آمین کہی اور دوسرے صحابہ نے بھی اسی طرح آمین کہی تبھی حضرت نعیم رحمہ اللہ نے سنی، اور پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے آخری کلمات کہ میں تم سب کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں، اس حدیث کے حکماً مرفوع ہونے کا پتہ دیتے ہیں، اور ساتھ ہی آمین بالجہر کا بھی۔

---

(52) بخاری ۲/۲٦٦۔۲٦۷، و بحواله تحفة الاحوذی ۲/٦۷ وَقَالَ: وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ، بیهقی ۲/٥۸، طحاوی ص:۱۱۷، مستدرك حاكم ۱/۳٥۷.

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم

مذکورہ بالا بارہ احادیث سے استدلال لیا گیا ہے کہ مقتدیوں کو جہری نمازوں میں آمین بھی بلند آواز سے کہنی چاہیئے اور بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی آمین بالجہر ہی تھا، جیسا کہ کئی آثارِ صحابہ سے پتہ چلتا ہے ۔

① اثرِ اول:

صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق ،بیہقی اور کتاب الأم شافعی میں موصولاً مروی اثر میں امام عطاء ؒ فرماتے ہیں :

آمِيْنَ،دُعَآءٌ،أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآئَهُ حَتّٰى أَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً۔ (53)

’’ آمین ایک دعاء ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے آمین کہی، اوران کے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے بھی آمین کہی، یہاں تک کہ مسجد گونج اُٹھی ۔‘‘

امام نووی ؒ نے کہا ہے کہ جب امام بخاری ؒ صیغۂ جزم کے ساتھ کوئی روایت تعلیقاً بیان کریں تو وہ ان کے اور دیگر محدّثین کے نزدیک صحیح ہوتی ہے ۔ (54)

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ابن جریج کہتے ہیں، میں نے امام عطاء ؒ سے پوچھا:

أَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُؤَمِّنُ عَلٰى إِثْرِ أُمِّ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: نَعَمْ

(53) بخاری ۲/۲٦۲ ۔

(54) بحواله الفتح الرباني ترتيب مسند احمد الشيباني ،علامه احمد عبد الرحمن البنّا ۳/۲۰٦ ۔

وَيُؤَمِّنُ مَنْ وَرَآئَهُ،حَتّٰى أَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةٌ،ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا آمِيْنَ دُعَآءٌ. (55)

''کیا حضرت ابن الزبیر ﷜سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اوران کے پیچھے والے بھی آمین کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ مسجد گونج جاتی تھی، پھر فرمایا: آمین ایک دعاء ہے۔''

② اثرِ دوم:

کتاب الأم امام شافعیؒ ، سنن کبری بیہقی میں امام عطاءؒ فرماتے ہیں :

كُنْتُ أَسْمَعُ الأَئِمَّةَ،ابْنَ الزُّبَيْرِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: آمِيْنَ،وَيَقُوْلُوْنَ مَنْ خَلْفَهُ آمِيْنَ حَتّٰى أَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةٌ. (56)

''میں حضرت ابن الزبیر ﷜اوران کے بعد والے آئمہ کو سنتا رہا ہوں کہ وہ آمین کہتے تھے اوران کے پیچھے والے بھی آمین کہتے تھے، یہاں تک کہ مسجد جاتی تھی۔''

③ اثرِ سوم:

سنن کبریٰ بیہقی اور الثقات ابن حبان میں حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں :

أَدْرَكْتُ مِائَتَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ،سَمِعْتُ لَهُمْ لَجَّةً بِآمِيْنَ. (57)

---

(55) فتح الباری ۲/۲٦۲ ،تحفة الاحوذی ۲/٦۸ نقلاً عَنْ عمدة القاری للعینی ۔

(56) تحفة الاحوذی ۲/٦۸ ۔

(57) فتح الباری ۲/۲٦۷ ،تحفة الاحوذی ۲/٦۸۔٦۹ ،التعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد ،علامه عبد الحی لکھنوی حنفی ص:۱۰۵ ۔

”میں نے اس مسجد میں دوسو(۲۰۰) اصحاب رسول ﷺ کو پایا ہے کہ وہ امام کے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھنے کے بعد آمین کہتے تھے، جس سے مسجد گونج جاتی تھی۔“

④ اثرِ چہارم:

صحیح بخاری میں تعلیقاً اور کتاب الأم شافعی میں موصولاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے :

وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْـــرَةَ ص يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَقَدْ قَامَ الْإِمَامُ فَيُنَادِيْهِ فَيَقُوْلُ: لَا تَسْبِقْنِي بِآمِيْنَ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے میں مسجد کے اندر آتے کہ امام نماز کے لئے کھڑا ہو چکا ہوتا تو وہ اس سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا۔“

امام بخاری کے الفاظ ہیں:

لَا تَفُتْنِي بِآمِيْنَ. (58)

”مجھے آمین کہنے کے ثواب سے محروم نہ کرنا۔“

⑤ اثرِ پنجم:

آمین بالجہر کے سلسلہ میں ایک پانچواں اثر صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبد الرزاق میں موصولاً مروی ہے، جس میں حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ، وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذٰلِكَ خَيْراً. (59)

(58) صحیح بخاری ۲/۲۶۲ ، کتاب الام امام شافعی رحمہ اللہ ۷/۱۸۷ .

(59) بخاری مع الفتح ۲/۲۶۲ .

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین کہا کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو اس کی ترغیب دلایا کرتے تھے، اور میں نے سنا ہے کہ وہ آمین کی خیر و برکت بتایا کرتے تھے۔‘‘

کشمیہنی کی روایتِ بخاری میں تو ((خَیْراً)) ہی ہے جس کا معنیٰ اجر وثواب ہے، جب کہ دوسرے رواۃِ بخاری کے یہاں ((خَبْراً)) ہے جس کا معنی کوئی مرفوع حدیث ہے۔

⑥ اثرِ ششم:

ان مذکورہ الفاظ سے وہ اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے، جس میں ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا أَمَّنَ النَّاسُ أَمَّنَ مَعَهُمْ وَيَرىٰ ذٰلِكَ فِي السُّنَّةِ. (60)

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے ساتھ مل کر آمین کہا کرتے تھے، اور اسے سنت سمجھتے تھے۔‘‘

ان تمام آثار میں صحابہ کرام کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر وارد ہوا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے یہاں بھی آمین بالجہر بکثرت مروج تھی۔

(60) بحوالہ الفتح ۲/۲۶۳.

اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم

بعض اہل علم نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ صحابہ و تابعین کرام کا حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے آمین بالجہر کہنا ثابت ہو گیا ہے، جیسا کہ حضرت ابو نعیم والی حدیث ذکر کی جا چکی ہے، اور کسی صحیح سند سے کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ اس نے بلا آواز آمین کہی ہو، اور نہ ہی کسی صحابی سے یہ ثابت ہے کہ اس نے بلند آواز سے آمین کہنے والوں پر نکیر کی ہو، تو گویا اصول فقہ حنفی کی رو سے تو آمین بالجہر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ثابت ہو گیا، کیونکہ احناف کا کہنا ہے کہ ایک حبشی بئر زمزم میں گر کر مر گیا تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کا سارا پانی نکال دیا جائے اور ان کا یہ فتویٰ صحابہ کرام کی موجودگی میں صادر ہوا، اور کسی بھی صحابی نے ان پر نکیر نہیں کی، تو یہ اس بات پر اجماع ہوا، اور ان کے اسی اصول کی رو سے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ہی مسجد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بلند آواز سے آمین کہی اور ان کے ساتھ دوسرے صحابہ نے بھی ایسے ہی کیا، اور کسی نے بھی اس معاملہ میں ان پر نکیر نہیں کی بلکہ ان سب نے بھی ان کے ساتھ اتفاق کیا، اور سب نے مل کر اس طرح آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ تو یہ بھی آمین بالجہر پر گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا ۔ (61)

---

(61) تحفة الاحوذی ٢/٦٩ .

آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم

صحابہ وتابعین کے بعد آئمہ میں سے امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی آمین بالجہر کے قائل تھے، جیسا کہ امام ترمذیؒ کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے اور علاّمہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے :

سُئِلَ الشَّافِعِيُّ عَنِ الْإِمَامِ هَلْ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِآمِيْنَ، قَالَ: نَعَمْ وَيَرْفَعُ بِهَا مَنْ خَلْفَهُ أَصْوَاتَهُمْ...وَلَمْ يَزَلْ أَهْلُ الْعِلْمِ عَلَيْهِ. (62)

''امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ آیا امام بلند آواز سے آمین کہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں اور پیچھے والے بھی بلند آواز سے آمین کہیں، اور اہل علم کا ہمیشہ اسی پر ہی عمل رہا ہے۔''

انہوں نے زادالمعاد میں بھی آمین بالجہر کے سنتِ نبوی ﷺ اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم ہونے کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔ (63)

---

(62) بحوالہ سابقہ، نیز دیکھئے المغنی ۲/ ۱۶۰ ـ ۱۶۲ .

(63) زاد المعاد ابن قیم ۱/ ۲۰۷ .

محقّقین علماء و فقہاءِ احناف

آمین بالجہر کی احادیثِ مرفوعہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحت و قوت ہی کی وجہ سے محقّقین علماء و فقہاءِ احناف بھی آمین بالجہر کو ترجیح دیتے ہیں، اور اسے سنّت قرار دیتے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں کبار علماءِ احناف میں سے :

① حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ کا وہ فتویٰ بہت معروف ہے جو انہوں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی فرضیت کے بارے میں صادر فرمایا تھا [جس کا قدرے تفصیلی تعارف بھی ہم قراءۃِ فاتحہ کے موضوع پر مشتمل اپنی ایک دوسری کتاب میں کروا چکے ہیں] اس میں سکتاتِ امام میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تجویز کے بعد فرماتے ہیں:

(وہر گاہ امام بآمین برسد ہمہ مقتدی آمین بگویند بِالْمَدِّ وَ الْجَهْرِ آمین، ودریں باب ہم در صحیح امام بخاری حدیثے وارد .) (64)

ترجمہ: ''جب امام آمین تک پہنچے تو تمام مقتدی بھی آواز کو بلند کر کے اور کھینچ کر آمین کہیں، اور اس سلسلہ میں صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے''.

② یہاں افادۂ عام کے لئے ذکر کرتے جائیں کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی کے بھتیجے اور معروف عالم و مجاہد شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے رفع الیدین کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے ''تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین'' اس میں آمین بالجہر کے بارے میں لکھا ہے:

---

(64) ص: ۳٤ از فتاویٰ اولیاءِ کرام و فقہاءِ عظام دربارہ قراءۃ سورۃ فاتحہ خلف الامام .

وَالتَّحْقِيقُ أَنَّ الْجَهْرَ بِالتَّأْمِيْنِ أَوْلىٰ مِنْ خَفْضِهٖ لِأَنَّ رِوَايَةَ جَهْرِهٖ أَكْثَرُ وَأَوْضَحُ مِنْ خَفْضِهٖ . (65)

''اور تحقیق یہ ہے کہ آہستہ آواز کی نسبت بلند آواز سے آمین کہنا اولیٰ و بہتر ہے، کیونکہ بلند آواز والی حدیث آہستہ آواز والی روایت سے زیادہ واضح و اکثر صحابہ سے مروی ہے۔''

③ ان سے بہت پہلے ایک حنفی عالم، بلکہ فتاویٰ شامیہ (۳۸۸/۴) کے مطابق مجتہد، امام ابن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے :

وَلَوْ كَانَ إِلَيَّ فِي هٰذَا شَيْءٌ لَوَفَّقْتُ بِأَنَّ رِوَايَةَ الْخَفْضِ يُرَادُ بِهَا عَدَمُ الْقَرْعِ الْعَنِيْفِ وَرِوَايَةُ الْجَهْرِ بِمَعْنىٰ: قَوْلِهَا فِي زِيْرِ الصَّوْتِ وَذَيْلِهٖ .يَدُلُّ عَلىٰ هٰذَا مَافِي ابْنِ مَاجَةَ: كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا تَلَا ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ قَالَ آمِيْنَ، حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ . (66)

''اگر اس مسئلہ کا حل مجھ سے پوچھا جائے تو میں دونوں طرح کی احادیث میں یوں مطابقت وموافقت پیدا کروں کہ آہستہ آواز والی احادیث سے مراد کڑک دار آواز نہ نکالنا ہے جبکہ جہری وبلند آواز والی احادیث کا معنی ہے، دھیمی اور نرم سی آواز سے آمین کہنا، اور اس پر نبی ﷺ کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ماجہ میں ہے، جس میں ہے کہ جب آپ ﷺ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھتے تو آمین کہتے، یہاں

(65) تنوير العينين ص: ٧١ و بحواله سابقه ص: ٣٦ حاشيه .

(66) فتح القدير ١/ ١١٧ .

تک کہ صف اول میں آپ ﷺ کے قریب کھڑے لوگ آپ ﷺ کی آواز سن لیتے اور آمین کی آواز سے مسجد گونج جاتی۔''

④ علامہ عبدالحی لکھنوی بھی کبار علماءِ احناف میں سے ہیں، انہوں نے بھی اپنی متعدد کتب میں آمین بالجہر کی حدیث کو قوی تر قرار دیا ہے چنانچہ التعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد میں موصوف لکھتے ہیں :

الْإِنْصَافُ أَنَّ الْجَهْرَ قَوِيٌّ مِنْ حَيْثُ الدَّلِيْلِ . (67)

''انصاف کی بات تو یہ ہے کہ دلیل کے اعتبار سے جہراً آمین کہنا ہی قوی ہے۔''

یہی بات انہوں نے اپنے فتاویٰ میں بھی لکھی ہے . (68)

السعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں :

لَقَدْ طُفْنَا كَمَا طُفْتُمْ سِنِيْناً بِهٰذَا الْبَيْتِ طَهْراً جَمِيْعًا فَوَجَدْنَا بَعْدَ التَّأَمُّلِ وَالْإِمْعَانِ أَنَّ الْقَوْلَ بِالْجَهْرِ بِآمِيْنَ هُوَ الْأَصَحُّ لِكَوْنِهِ مُطَابِقاً لِمَا رُوِيَ عَنْ سَيِّدِ بَنِي عَدْنَانَ وَرِوَايَةُ الْخَفْضِ عَنْهُ ضَعِيفَةٌ لَا تُوَازِي رِوَايَاتِ الْجَهْرِ وَأَيُّ ضَرُوْرَةٍ دَاعِيَةٍ إِلَىٰ حَمْلِ رِوَايَاتِ الْجَهْرِ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَحْيَانِ أَوِ الْجَهْرِ لِلتَّعْلِيْمِ ،مَعَ عَدَمِ وُرُوْدِ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ فِي رِوَايَةٍ،وَالْقَوْلُ بِأَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ أَضْعَفُ،لِأَنَّ الْحَاكِمَ قَدْ صَحَّحَهُ مِنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَهُوَ إِنَّمَا أَسْلَمَ

---

(67) التعلیق الممجد ص: ١٠٥ .

(68) فتاویٰ مولانا عبد الحی لکھنوی ١/١٧٥، ٢/٢٧٠ .

فِي أَوَاخِرِ الْأَمْرِ كَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي. (69)

''ہم نے بھی تمہاری طرح سالہا سال سے اس گھر کا طواف کرنا شروع کر رکھا ہے، اور طویل تامل اور گہرے غور و فکر کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جہری آواز سے آمین کہنا ہی زیادہ صحیح ہے، کیونکہ بنو عدنان کے سردار [حضرت محمد ﷺ] سے مروی حدیث کے مطابق یہی ہے اور آہستگی سے آمین والی روایت ضعیف ہے۔ جو کہ بلند آواز والی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، لہٰذا جہر والی احادیث کو کبھی کبھار، یا تعلیم پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جبکہ کسی حدیث میں ایسی کوئی بات وارد نہیں ہوئی۔ اور یہ کہنا کہ جہر کا حکم شروع شروع میں تھا۔ یہ ضعیف تر قول ہے، کیونکہ امام حاکم نے حضرت وائل بن حجر والی حدیثِ جہر کو صحیح قرار دیا ہے اور وہ نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخر میں مسلمان ہوئے تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔''

⑤ شیخ عبدالحق دہلویؒ اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

[ودر آخرِ فاتحہ آمین میگفت در نماز جہری بجہر و در سرّی بہ خفیہ]۔ (70)

ترجمہ: ''نبی ﷺ جہری قراءت والی نماز میں جہراً آمین کہتے تھے، اور سرّی نماز میں سرّاً یا خفیہ۔''

⑥ علامہ سراج احمد سرہندی کا شمار بھی کبارِ علماءِ احناف میں ہوتا ہے، انہوں نے بھی شرح ترمذی میں فرمایا ہے:

أَحَادِيثُ الْجَهْرِ بِالتَّأْمِينِ أَكْثَرُ وَ أَصَحُّ. (71)

(69) السعایہ ۱/۱۳۶، فتح الباری ۲/۲۶۴، تحفۃ الاحوذی ۲/۶۸، آمین بالجهر مولانا نور حسین گھرجاکھی ص: ۲۶ .

(70) مدارج النبوۃ ص: ۲۰۱ بحوالہ آمین بالجهر ص: ۲۶ .

(71) بحوالہ ابکار المنن علامہ عبد الرحمن مبارکپوری ص: ۱۸۱

"جہراً آمین کہنے کا پتہ دینے والی احادیث اکثر اور صحیح تر ہیں۔"

⑦ امیر ابن الحاج نے بھی آمین بالجہر کو صحیح قرار دیا ہے ۔(72)

⑧ مولانا عبدالعلی بحر العلوم لکھنوی نے اپنی کتاب ارکان الاسلام [ارکان اربعہ] میں آمین بالجہر کو سنت قرار دیا ہے ۔(73)

⑨ رَدُّ المحتار حاشیہ دُرِّ مختار سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ طحاویؒ نے بھی آمین بالجہر کے سنت ہونے کا اعتراف کیا ہے۔(74)

⑩ ابن الترکمانی ماوردی نے اگرچہ آمین بالسِّر کی ضعیف حدیث کو صحیح کہہ دیا ہے، تاہم انہوں نے آمین بالجہر کی حدیث کو بھی صحیح مانا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

الصَّوَابُ أَنَّ الْخَبَرَیْنِ بِالْجَهْرِ وَالْمَخَافَةِ صَحِیْحَانِ. (75)

"صحیح بات تو یہ ہے کہ جہراً اور خفیہ آمین کہنے والی دونوں احادیث ہی صحیح ہیں۔"

⑪ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سبیل الرشاد (ص:۲۰) اور فتاویٰ رشیدیہ (ص:۲۷۲) میں آمین بالجہر کو سنت قرار دیا ہے ۔

⑫ علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں آمین بالجہر کی متعلقہ حدیثِ وائل ؓ کے تمام طرق ذکر کیے ہیں، اور کسی پر کوئی کلام نہیں کیا جو ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے ۔(76)

⑬ علامہ بدر الدین عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں

(72) التعلیق الممجد ص:۱۰۵ ۔

(73) بحوالہ آمین بالجہر ص: ۲۶

(74) رد المحتار اور بحوالہ سابقہ

(75) الجوہر النقی ص:۵۱ و بحوالہ عمدۃ القاری ۵۱/۶/۲ وآمین بالجہر ایضاً

(76) نصب الرایہ ۱/۳۷۰-۳۷۱ ۔

آمین بالجہر کی حدیث کو تقریباً صحیح مانا ہے۔ (77)

⑭ یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھیں کہ آمین بالجہر میں پایا جانے والا اختلاف محض اس کے افضل یا غیرِ افضل ہونے میں ہے کہ جہراً افضل ہے یا سِرّاً جب کہ آمین کہنے کے محض جواز میں کوئی اختلاف نہیں، جیسا کہ علاّمہ عینی نے عمدة القاری (۵۳/۶/۳) میں اور مولانا منظور احمد نعمانی نے اپنی کتاب معارف الحدیث مطبوعہ لکھنؤ جلد سوم (ص:۲۶۴) پر اس بات کی وضاحت کی ہے۔ (78)

⑮۔ ان کبار علماءِ احناف کے ساتھ ہی ہم یہاں مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" کا نظریہ بھی آپ کے سامنے پیش کیے دیتے ہیں تا کہ پیر جیلانی" کے مریدانِ باصفا کے لئے مشعلِ راہ بنے، چنانچہ انہوں نے اپنی معروف کتاب غنیة الطالبین (ص:۲۲-۲۳) [مترجم اردو نفیس اکیڈمی کراچی] میں ہیأتِ نماز بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَالْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ وَآمِيْنَ وَالْإِسْرَارِ بِهِمَا۔ (79)

"قراءت و آمین میں جہر [جہری نمازوں میں] اور سِرّ [سرّی نمازوں میں]"۔

⑯ ایسے ہی مولانا نور حسین گھرجاکھی" نے اپنے رسالہ آمین بالجہر کے (ص:۲۱-۲۲) پر لکھا ہے:

---

(77) عمدة القاری ۵۳/۶/۳ .

(78) معارف الحدیث مولانا منظور احمد نعمانی ۲۶۴/۳ .

(79) ص:۲۲ مع اردو ترجمہ مولانا راغب رحمانی ،نیز دیکھیے راہِ سنّت مولانا محمد صدیق سرگودھوی ص:۴۸ ،و ہفت روزہ الاعتصام ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۶ء .

محی الدین ابن عربی آمین بالجہر کے قائل تھے ۔ (80)

⑰ امام غزالی آمین بالجہر کو سنّت قرار دیتے ہیں۔ (81)

⑱ احادیث آمین بالجہر کے اثبات میں ھدایہ مرغینانی مترجم جلد ۱ (ص: ۳۶۵)۔
یعنی آمین بالجہر کی احادیث فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں بھی ایک خاص جگہ پر جمع کردی گئی ہیں ۔

ہدایہ میں ہے: آمین مُہر قبولیت ہے ۔(82)

⑲ یہی حدیثیں شرح وقایہ میں بھی ہیں ۔ (83)

یعنی شرح وقایہ میں بھی آمین بالجہر کی احادیث موجود ہیں ۔

⑳ مقتدی امام کی آواز سن کر آمین کہیں ۔ (84)

امام کی آواز سن کر مقتدیوں کے آمین کہنے سے آمین بالجہر کا پتہ چلتا ہے، اور وہ جہر بھی کتنا، اس کی وضاحت بھی درِ مختار میں یوں آئی ہے : ایک دو آدمیوں نے سنا تو جہر نہ ہوگا، جہر اس کو کہتے ہیں کہ سب سنیں۔ (85)

ان علماء وفقہاء میں سے شاہ اسماعیل شہید اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ کو چھوڑ کر باقی سب علماءِ احناف ہیں۔ اور ان سب کی تصریحات اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ بلند آواز سے آمین کہنا ہی صحیح تر مسلک ہے کیونکہ از روئے دلیل یہی قوی تر بھی ہے، اور یہی سنّت ہے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ

---

(80) آمین بالجھر ص: ۲۱-۲۲ ۔ (81) احیاء العلوم غزالی ۔

(82) ھدایہ مترجم جلد ۱ ص: ۳٦٤

(83) نور الھدایہ ترجمہ شرح وقایہ ص: ۹۷ ۔

(84) در مختار مترجم جلد ۱ ص: ۲۳۰ ۔

(85) در مختار جلد ۱ ص: ۲٤۹ نقلاً از آمین بالجھر ص: ۲۱-۲۲ ۔

مانعین جہر کے دلائل

اس فریق اول یعنی قائلین آمین بالجہر کے برعکس فریق ثانی کا اختیار یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے نہیں بلکہ امام ومقتدی جہری نمازوں میں بھی سرّاً ہی آمین کہیں اور اپنے اس اختیار یا مسلک پر وہ متعدد روایات سے استدلال کرتے ہیں :

پہلی دلیل :

ان کی پہلی دلیل وہ روایت ہے جو سنن ترمذی ،دار قطنی ،طیالسی ،مستدرک حاکم، مسندابی یعلی وطبرانی میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، جس میں وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ ختم کی تو آمین کہی ۔

آگے وہ اس روایت میں آمین کہنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ. (86)

"اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھیمی آواز سے آمین کہی۔"

اس روایت سے عدم جہر پر استدلال کے صحیح نہ ہونے کی وجوہات

اس روایت سے عدم جہر پر استدلال کئی وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں ہے :

---

(86) ترمذی ۲/ ۷۰ ،عمدۃ القاری ۳/ ۶/ ۵۱ ،مستدرک حاکم ۲/ ۲۵۳ ،مسند احمد ۴/ ۳۱۶ ،دار قطنی ۱/ ۱/ ۳۳۴ ،منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ،علامہ احمد عبدالرحمن البنّا ۱/ ۱/ ۹۲ ،نصب الرایہ ۱/ ۳۷۹ ،عون المعبود ۳/ ۲۰۶ ۔

اوّلاً :

اس لئے کہ ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کے الفاظ سے شعبہ سے مروی یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح سفیان والی وہ روایت ہے جو فریق اوّل کے دلائل کے ضمن میں ((رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ))، ((مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ)) اور ((فَجَهَرَ بِآمِيْنَ)) کے الفاظ سے گزری ہے، یہی وجہ ہے کہ خود امام ترمذی نے بھی جب اس روایت کو ذکر کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا :

سَمِعْتُ مُحَمَّداً[يَعْنِي الْبُخَارِيَّ] يَقُوْلُ حَدِيْثُ سُفْيَانَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فِي هٰذَا،وَأَخْطَأَ شُعْبَةُ فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْحَدِيْثِ......الخ (87)

''میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس مسئلہ میں سفیان والی حدیث، شعبہ کی روایت سے زیادہ صحیح تر ہے، اور شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ غلطی کی ہے۔''

آ گے امام ترمذیؒ نے ان تین مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے، جہاں شعبہ سے خطاء سرزد ہوئی ہے جن میں سے ہی ((مَدَّ بِهَا)) کی جگہ ((خَفَضَ بِهَا)) کہنا بھی ہے ۔

ایسے ہی امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اسے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے :

وَيُقَالُ أَنَّهُ[أَيْ شُعْبَةَ] وَهِمَ فِيْهِ لِأَنَّ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَمُحَمَّدَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَغَيْرَهُمَا رَوَوْهُ عَنْ سَلَمَةَ فَقَالُوْا: وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ بِآمِيْنَ، وَهُوَ الصَّوَابُ. (88)

''اور کہا جاتا ہے کہ شعبہ کو اس معاملہ میں وہم ہوا ہے کیونکہ سفیان ثوریؒ اور

(87) ترمذی ۲/ ۷۰ .

(88) دار قطنی مع التعلیق المغنی علامہ شمس الحق عظیم آبادی ۱/۱/ ۳۳۴ .

محمد بن سلمہ بن کہیل وغیرہ نے سلمہ سے روایت بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی، اور یہی صحیح وصواب ہے۔"

علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں امام دارقطنی کی اس جرح کو بھی نقل کیا ہے، اور مزید لکھا ہے کہ امام بیہقی نے معرفہ السنن والآثار میں لکھا ہے:

"کہ خود شعبہ کہا کرتے تھے کہ سفیان کا حافظہ مجھ سے زیادہ تیز ہے، اور امام بیہقی [کما في اعلام الموقعين لابن قيم، بحواله عون المعبود ۲۰۷/۳] یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ جب شعبہ اور سفیان کی روایت میں کوئی اختلاف ہو تو سفیان کی بات معتبر ہوگی، اور اس بات پر امام بخاری اور ایسے ہی دوسرے تمام حفاظِ حدیث کا اجماع ہے کہ آہستہ آمین کہنے کے بیان پر مشتمل روایت میں شعبہ سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ یہ روایت متعدد دوسرے طرق سے بھی مروی ہے جن میں آمین بالجہر کا ذکر آیا ہے":

آگے جا کر علامہ زیلعیؒ نے العلل الکبیر ترمذی سے نقل کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

"اس خطاء اور احفظ وغیر احفظ کے علاوہ آہستہ آمین کے ذکر پر مبنی اس روایت کی سند میں انقطاع بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ اس کی سند میں شعبہ، حجر عن علقمہ بن وائل عن ابیہ کے طریق سے بیان کرتے ہیں، جبکہ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے پوچھا کہ کیا علقمہ نے اپنے والد ماجد حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے حدیث سُنی ہے؟ تو امام بخاریؒ نے ان کے سماع کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ علقمہ تو اپنے والد کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تھے، لہٰذا ان کا سماع کیا ہوگا؟ (89)

(89) نصب الرایہ ۳۶۶/۱-۳۷۰.

جب شعبہ کی بیان کردہ روایت کا یہ عالم ہے تو اس سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور نصب الرایہ کے محشی نے اس علّت کا دفاع ذکر کیا ہے، لیکن صرف اس ایک علّت کے دفاع سے کیا ہوتا ہے؟ جب کہ اس سے کئی وجوہات کی بناء پر استدلال صحیح نہیں ہے .

شعبہ کی طرف خطاء کی نسبت کے اسباب:

آہستہ آمین والی اس ایک روایت میں شعبہ کی چار اخطاء محدّثین کرام رحمہم اللہ نے ذکر کی ہیں، جنھیں امام ترمذی نے اپنی سنن میں یحیٰی القطان سے نقل کرتے ہوئے علّامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں، علّامہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اور علّامہ ابن قیمؒ نے تہذیب معالم السنن میں بیان کیا ہے .(90)

اگر کوئی کہے کہ شعبہ اور سفیان ثوری میں سے ہر ایک ثقہ وثبت اور امیر المومنین فی الحدیث ہے تو پھر خطا کی نسبت صرف شعبہ کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ تو اس کا جواب صاحبِ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی نے یہ دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی چار وجوہات ہیں :

① پہلی یہ کہ شعبہ رجال ورواۃ میں بکثرت خطا کر جایا کرتے ہیں جب کہ سفیان ایسے نہیں ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں اور دار قطنی نے العلل میں کہا ہے، اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں شعبہ کی متعدّد اخطاء کئی مقامات پر واضح کی ہیں جیسے (بَابُ وُضُوءِ النَّبِيِّ ﷺ كَيْفَ كَانَ) اور (بَابُ مَاجَآءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلٰوةِ) اور (بَابُ كَرَاهِيَةِ الطَّوَافِ عُرْيَانًا) میں ان سے ہوا ہے .

---

(90) ترمذی ۲/ ۷۰۔ ۷۱ ،تہذیب معالم السنن لابن قیم علی عون المعبود ۲۰۵/۳ ، نصب الرایہ ۳۶۹/۱۔ ۳۷۰ .

② شعبہ کی خطاء شمار کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ اسانید ومتون حدیث میں بکثرت شک کرنے والے تھے جب کہ سفیان ایسے نہیں تھے۔

③ تیسری وجہ یہ کہ بلاشبہ وہ دونوں ہی ثقہ وحافظ ہیں لیکن ان دونوں میں سے سفیان احفظ یعنی زیادہ حافظے والے تھے، جیسا کہ خود شعبہ نے اعتراف کیا ہے، جسے علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ ایسے ہی علامہ ذہبیؒ نے صالح جزرہ سے بھی نقل کیا ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں امام ابوحاتم، ابوزرعہ اور ابن معین سے بھی یہ بات نقل کی ہے کہ سفیان شعبہ سے زیادہ حافظہ والے تھے۔

④ چوتھی وجہ یہ ہے کہ شعبہ اپنے اس قول ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) میں متفرد ہیں، ان کی کسی نے متابعت نہیں کی نہ ثقہ نے اور نہ ہی کسی ضعیف نے، جب کہ سفیان کی آمین بالجہر کے معاملہ میں علاء بن صالح، علی بن صالح اور محمد بن سلمہ نے بھی متابعت کی ہے۔ (91)

اس متابعت کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے التلخیص الحبیر میں بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی وجہ سے ماہرین نقد وجرح نے سفیان کی روایت کو اصح قرار دیا ہے۔ (92)

علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں علاء اور علی کو ایک ہی راوی شمار کیا ہے۔ (93)

• جب کہ علامہ مبارکپوری نے انہیں الگ الگ دو راوی ثابت کیا ہے۔ (94)

علامہ عینیؒ نے مذکورہ چاروں اسباب میں سے بعض کو رفع کرنے کی کوشش

---

(91) تحفۃ الاحوذی ۲/۷۱_۷۵ .

(92) التلخیص الحبیر ۱/۱/۲۳۷ ، عون المعبود ۳/۲۰۷ .

(93) نصب الرایہ ۱/۳۷۱ .

(94) تحفۃ الاحوذی ۲/۷۷ .

فرمائی ہے، لیکن علاّمہ مبارکپوری نے ان کا بھی جواب دے دیا ہے ۔(95)

ثانیاً :

شعبہ والی ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کے الفاظ پر مشتمل اس روایت سے استدلال کے صحیح نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ سفیان سے آمین بالجہر کے خلاف کوئی روایت نہیں ملتی، نہ کسی صحیح سند سے اور نہ ہی کسی ضعیف سند سے، جب کہ شعبہ سے اخفاء کے برعکس یعنی جہر کی روایت بھی ملتی ہے، حتّٰی کہ شعبہ سے سند ومتن ہردو میں ہی سفیان کے موافق روایت بھی ملتی ہے، چنانچہ علاّمہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں لکھا ہے کہ صاحب التنقیح نے شعبہ کی اخفاء والی روایت پراس اعتبار سے بھی طعن کی ہے کہ انہی سے اپنی روایت کے خلاف بھی روایت ملتی ہے، جیسا کہ سنن کبریٰ بیہقی میں ہے :

عَنِ ابْنِ الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيِّ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ سَمِعْتُ حُجْراً أَبَا عَنْبَسَ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا قَالَ: وَلاَ الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: آمِيْنَ رَافِعاً بِهَا صَوْتَهُ.

”ابن ولید طیالسی، شعبہ سے اور وہ سلمہ بن کہیل سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعنبس حجر کو وائل حضرمی سے حدیث بیان کرتے سُنا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور جب آپ ﷺ نے ﴿وَلاَ الضَّآلِّيْنَ﴾ کہا تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی۔“

آگے صاحب التنقیح کہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ شعبہ کی ہے، لیکن سفیان

(95) دیکھیے تحفۃ الاحوذی ایضاً ۔

کی روایت کے موافق ہے، اور امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے ۔ (96)

امام بیہقی " کا کہنا ہے کہ عین احتمال ہے کہ شعبہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو گئے ہوں، اور انہوں نے حدیث کا متن بیان کرنے میں اپنی تصحیح کے ساتھ ساتھ سند میں بھی علقمہ کا ذکر ترک کر دیا ہو کہ جس کے ذکر کرنے سے سند میں انقطاع و ضعف پیدا ہو گیا تھا ۔(97)

ثالثاً :

اخفاءِ آمین والی روایت سے بلا آواز آمین کہنے پر استدلال صحیح نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ چلیں ان الفاظ ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کو صحیح بھی مان لیتے ہیں ، اور یہ بھی مان لیتے ہیں کہ خود راوی خفض سے روایتِ جہر نہیں ملتی، پھر بھی ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کا معنی یہ تو ہرگز نہیں بنتا کہ نبی اکرم ﷺ نے بالکل آواز ہی نہیں نکالی، اگر آپ ﷺ نے آواز ہی نہ نکالی ہوتی تو راوی کو آپ ﷺ کے آمین کہنے کا پتہ کیسے چلتا؟ بلکہ ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کا معنی یہ ہے کہ قراءت کی نسبت آپ ﷺ نے پست یعنی ذرا کم آواز سے آمین کہی تھی، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ہی مروی حدیث میں ہے :

﴿حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.﴾

"یہاں تک کہ صف اول میں آپ ﷺ کے قریب والے نمازی اسے سن لیتے تھے۔"

جب کہ قراءت تو ساری مسجد کے نمازی سنتے اور آمین صرف صفِ اول

(96) نصب الرأیہ ۲۶۹/۱ ،تحفۃ الاحوذی ۷۵/۲ ،عون المعبود ۲۰۷/۳ .

(97) تحفۃ الاحوذی ۷۵/۲ .

کے نمازی، تو گویا ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) کو صحیح مانیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ آمین کہتے وقت قراءت سے کم آواز رکھتے تھے، اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو سنن ابی داؤد، صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں مفصلاً اور ترمذی میں مختصراً اور نسائی و ابن ماجہ میں مطولاً ایسے ہی دار قطنی، بیہقی، طحاوی، شافعی، بغوی، ابن خزیمہ اور مصنف عبدالرزاق میں بھی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں ترجیع والی [دوہری] آذان دینے کا طریقہ تعلیم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

تَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَقُوْلُ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ ...... الخ (98)

"تم بلند آواز سے کہو اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ [اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے] پھر تم کہو: أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دو مرتبہ)

---

(98) ابو داؤد ۱۷۶/۳-۱۷۸، صحیح ابن حبان_الاحسان ۵۷۴/۴-۵۷۵ و صححہ الارناؤوط، مسند احمد ۴۰۸/۳-۴۰۹، نصب الرایہ ۲۶۲/۱-۲۶۴، آمین بالجہر ص: ۲۸۔

[میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں] أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دو مرتبہ)[میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں] اور یہ شہادتین ذرا دھیمی آواز سے کہو، اور پھر بلند آواز سے کہو: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (دومرتبہ۲) . أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دومرتبہ۲)"

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ترجیع والی آذان کا طریقہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو سکھایا تو تکبیرات بلند آواز سے اور پھر شہادتین کو پہلے ذرا کم آواز سے کہنے کا حکم فرمایا اور پھر بلند آواز سے، یہاں ((تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ)) ہے ،جب کہ آمین والی حدیث میں ((خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ)) ہے،اور ظاہر ہے کہ ایک ہی لفظ((خَـفَـضَ)) دونوں جگہ پر ہے،صرف صیغوں کا فرق ہے اور جو معنیٰ ترجیع والی آذان میں شہادتین کو پہلے ذرا کم آواز سے پھر زیادہ بلند آواز سے کہنے کا ہے، وہی معنیٰ آمین کے آہستہ آواز سے کہنے اور قراءت کے بلند آواز سے کرنے کا ہے .

ایک وضاحت :

یہاں یہ بات بھی ذکر کردیں کہ آذان میں ترجیع کی سُنّیت کو مخدوش کرنے کے لیئے کئی تاویلیں کی گئی ہیں ،جنہیں ذکر کر کے علاّمہ زیلعیؒ نے لکھا ہے کہ ان کی تردید ابوداؤد کی حدیث سے ہوتی ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت ابومحذورہؓ نے عرض کیا تھا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ.

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے آذان کا طریقہ سکھلایئے۔"

تو آپ ﷺ نے انہیں یہ طریقہ تعلیم فرمایا تھا،تو گویا یہ مسنون طریقہ آذان ہے، اور ترجیع کی سنّیت کو بے جا تاویلات سے ٹھکرایا نہیں جا سکتا ،

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور اہل علم اس صحیح حدیث کی وجہ سے ترجیع کے سنّت ہونے کے قائل ہیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے جو عام آذان کا طریقہ مروی ہے، وہ مقدم ہے، اور یہ ترجیع والی روایت متاخر ہے، کیونکہ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا سال ورود ۸ھ، غزوہ حنین کے بعد ہے، جب کہ حضرت عبداللہ بن زید والی حدیث ابتداءِ اسلام کی ہے اور عمل اہل مکہ و مدینہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے ۔ (99)

دوسری دلیل اور اس کا جواب:

بلند آواز سے آمین کہنے کو نہ ماننے والے حضرات اپنی تائید میں ایک دوسری حدیث وہ بھی پیش کرتے ہیں، جو سنن ابی داؤد و ترمذی اور دار قطنی میں ہے، جس میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم.

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد کیے ہیں۔''

جب کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو صرف ایک سکتہ یاد تھا، وہ فرماتے ہیں :

حَفِظْنَا سَكْتَةً.

''ہمیں تو صرف ایک ہی سکتہ یاد ہے۔''

یعنی صرف پہلا ثناء والا سکتہ، اور جب اس معاملہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

(99) شرح مسلم، عون المعبود ۱۷۸/۳ ،نیل الاوطار .

کی طرف لکھا گیا تو انہوں نے جواباً حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت یعنی دو سکتوں کو ہی صحیح قرار دیا ۔ (100)

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ پہلا سکتہ ثناء کے لیئے اور دوسرا سکتہ سِرّاً آمین کہنے کے لیئے تھا، جب کہ یہ حدیث تو صحیح ہے، لیکن اس کا جواب علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہ دوسرا سکتہ سِرّاً آمین کہنے کے لیئے ہرگز نہیں تھا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو آواز نکال کر آمین کہا کرتے تھے، اور کسی بھی صحیح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سِرّاً آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں ہے، اور جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دوسرا سکتہ سِرّاً آمین کہنے کے لیئے تھا، بلکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بعض مرویات سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرا سکتہ محض اس لیئے تھا:

((لِيَتَرَادَّ اِلَيْهِ نَفَسُهُ)) (101)

''تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کچھ سانس لیں [تاکہ پھر قراءت شروع کر سکیں]''. (102)

تیسری دلیل اور اس کا جواب:

مانعینِ آمین بالجہر کی تیسری دلیل وہ اثر ہے، جسے تہذیب میں طبرانی نے روایت کیا ہے، جس میں ابو وائل بیان کرتے ہیں :

لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ[رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا]يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ

(100) ابو داؤد ۲/ ۴۸۰_۴۸۳ ،ترمذی ۲/ ۷۹_۸۰ ،تحفۃ الاحوذی ۲/ ۶۹ ، دار قطنی ۱/۱/ ۳۳۶ ، نماز مسنون کلاں صوفی عبد الحمید سواتی ص:۳۴۲ ،زاد المعاد ۱/ ۲۰۸ وصححہٗ ابن القیم وقَالَ الارناؤوط : فُرُوْطٌ ـ مُنْقَطِعٌ .

(101) ترمذی ۲/ ۸۰ ، زاد المعاد ۱/ ۲۰۸ .

(102) تحفۃ الاحوذی ۲/ ۶۹،۷۹_۸۰ .

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِآمِيْنَ. (103)

''حضرت عمر فاروق و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما بلند آواز سے نہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے اور نہ ہی بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔''

جبکہ معجم طبرانی کبیر میں ہے :

كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَلَا بِالتَّعْوِيْذِ وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ. (104)

''حضرت علی و عبداللہ رضی اللہ عنہما بلند آواز سے نہ بِسْمِ اللّٰهِ پڑھتے، نہ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور نہ ہی بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔''

معانی الآثار طحاوی میں ہے :

كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِآمِيْنَ . (105)

''حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نہ تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بلند آواز سے پڑھتے تھے نہ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور نہ ہی آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔''

جب کہ حضرت علی و عمر رضی اللہ عنہما والا یہ اثر سخت ضعیف ہونے کی وجہ سے نا قابل استدلال ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی سعید بن مرزبان البقال ہے، جس کے بارے میں علامہ ذہبی نے المیزان میں لکھا ہے کہ:

''فلاس نے اسے ترک کر دیا تھا، اور ابن معین نے کہا ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت نہیں لکھی جائے گی، اور امام بخاریؒ نے اس کے بارے میں کہا

(103) عمدة القاری ٥٢/٦/٣ .

(104) مجمع الزوائد ١١١/٢/١ .

(105) طحاوی ٤٠/١ ،تحفة الاحوذی ٦٩/٢ ، نماز مسنون کلاں ص:٣٤٢-٢٤٣ .

ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔“

جبکہ ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا :

كُلُّ مَنْ قُلْتُ فِيهِ "مُنْكِرُ الْحَدِيْثِ" فَلَا تَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ. (106)

”ہر وہ راوی جسے میں نے ”منکر الحدیث“ کہا ہے اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے۔“

علّامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں علی وعبداللہ رضی اللہ عنہما والے اثر کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابوسعد البقال ہے جو اگرچہ ثقہ ہے لیکن مُدَلِّس ہے ۔ (107)

مُدَلِّس کی وہ روایت قابل حجت نہیں ہوتی جو اس نے عنعنہ [عَنْ فُلَانٍ] سے بیان کی ہو ۔

لٰہذا معلوم ہوا کہ حضرت علی وعمر رضی اللہ عنہما ہوں یا علی وعبداللہ رضی اللہ عنہما، ان کے حوالے سے اخفاءِ آمین والا کوئی اثر صحیح اور قابل حجت نہیں ہے، اور پھر یہ محض ایک اثر ہے، اگر یہ صحیح بھی ہوتا تو صحیح وصریح اور مرفوع احادیثِ رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا، کیونکہ ارشاد وعمل رسول اللہ ﷺ کہاں؟ اور قول وفعل صحابی رضی اللہ عنہ کا اس سے مقابلہ ہی کیا ؟

چوتھی دلیل اور اس کا جواب:

امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام ابراہیم نخعیؒ کے بیان کردہ ایک اثر سے بھی مانعین جہر تائید حاصل کرتے ہیں، ان کا وہ اثر مصنف عبد الرزاق میں ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

---

(106) بحوالہ تحفة الاحوذی ۲/ ۷۰ .

(107) حوالہ سابقہ .

خَمسٌ يُخْفِينَ، سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. (108)

”پانچ چیزیں مخفی آواز والی ہیں :

١ ۔سبحانك اللّٰهم وبحمدك ٢ ۔ أعوذ بالله

٣ ۔بسم الله ٤ ۔آمين

٥ ۔ اللّٰهم ربّنا لك الحمد “

انہی حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک دوسرا اثر بھی مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں مروی ہے :

يُخْفِي الِامَامُ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالاِسْتِعَاذَةَ وَآمِيْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. (109)

”امام ان اشیاء کو مخفی کہے :

١ ۔ بسم الله ٢ ۔ أعوذ بالله

٣ ۔ آمين ٤ ۔ ربنا لك الحمد .

ان دونوں میں سے دوسرے میں ((سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ)) نہیں آیا، ورنہ بقیہ سارا معنی و مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے اور معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اگر کسی صحابی کا اثر صحیح و مرفوع حدیث کے خلاف آجائے تو وہ نا قابلِ التفات ہوتا ہے، چہ جائیکہ اس سے استدلال کیا جائے اور تابعین و تبع تابعین کے آثار کا تو درجہ ہی بہت بعد

(108) مصنّف عبد الرزاق ٨٧/٢ ،تحفة الاحوذی ٧٠/٢ ،نماز مسنون کلاں ص: ٣٤٣ .

(109) ابن ابی شیبه ٤١١/١ ، عبد الرزاق ٨٧/٢ ،ونماز مسنون ایضاً .

میں آتا ہے، اور جب صحیح وصریح اور مرفوع احادیث میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے تو ان احادیث کے مقابلے میں اس اثر کا کیا اثر ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ خود علمائے احناف میں سے علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے السّعایہ میں لکھا ہے :

أَمَّا أَثَرُ النَّخَعِيِّ وَنَحْوُهُ فَلَا يُوَازِيْ الرِّوَايَاتِ الْمَرْفُوْعَةِ. (110)

''امام نخعیؒ وغیرہ کا اثر مرفوع احادیثِ رسول ﷺ کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتا۔''

پانچویں دلیل:

فریق ثانی یعنی مانعین جہر اپنی تائید میں امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام عطاءؒ کا اثر بھی پیش کرتے ہیں جو کہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

آمِیْنُ دُعَآءٌ. (111)

''آمین ایک دعاء ہے۔''

اس اثر سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ اللہ نے [سورۂ اعراف، آیت:۵۵] میں فرمایا ہے :

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً.

''اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طریقہ سے پکارو۔''

اور [سورۂ مریم، آیت:۱۶] میں حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے :

---

(110) بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۷۰/۲ .

(111) صحیح بخاری ۲۶۲/۲ .

اِذْنَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا.

''جب انہوں نے اپنے رب کو خفیہ طریقہ سے پکارا۔''

ابوالشیخ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے :

دَعْوَةُ السِّرِّ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ دَعْوَةً فِي الْعَلَانِيَةِ. (112)

''سِرّاً مانگی گئی ایک دعاء اعلانیہ کی گئی ستر (۷۰) دعاؤں کے برابر ہوتی ہے۔''

مانعین جہر اِن آیات وروایات کا یوں صغریٰ کبریٰ بناتے ہیں کہ آمین دعاء ہے ،اور ہر دعاء کے لیۓ ضروری ہے کہ آہستگی سے کی جائے ،پس اس اعتبار سے آمین بھی بلا آواز ہی کہنی چاہیے ،جبکہ اس دلیل میں قطعاً کوئی جان نہیں ہے ۔

پانچویں دلیل کا جواب:

قائلین آمین بالجہر اِس کا جواب کئی طرح سے دیتے ہیں :

اولاً : یہ کہ مانعین نے صحیح بخاری کے حوالے سے امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام عطاءؒ کا یہ اثر تو لے لیا، لیکن دم کٹا بلکہ دم کٹا بھی تب کہا جاسکتا ہے جب اس کے آخر سے دو ایک الفاظ نہ لیے گئے ہوں، جب کہ یہاں تو یہ عالم ہے کہ صحیح بخاری میں ضمائر وغیرہ کو چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی دس کلمات پر مشتمل یہ اثر ہے اور اس میں سے محض پہلے دو لفظ لیۓ گئے ہیں ۔

انہی پر صغریٰ کبریٰ بنا کر اپنا نظریہ ثابت کردیا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ، امام عطاءؒ کا یہ اثر ہم پہلے فریق کے دلائل کے ضمن میں بھی ذکر کرچکے ہیں، لیکن موقع کی مناسبت سے ہم اسے مکمل شکل میں پھر دہرائے دیتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور مصنف عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے کہ امام عطاءؒ نے فرمایا :

(112) بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ ۵۲۷/۲ ؛ ونماز مسنون ص: ۳۴۲ ۔

آمِیْنُ دُعَآءٌ، أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَآئَهُ حَتّٰى أَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةٌ. (113)

''آمین ایک دعاء ہے، اور حضرت ابن زبیر رض اور ان کے پیچھے والے بھی [بلند آواز سے] آمین کہا کرتے تھے یہاں تک کہ مسجد گونج جاتی تھی۔''

یہ بخاری شریف کے الفاظ ہیں، جب کہ مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج ؒ سے مروی ہے :

قُلْتُ لَهُ [أَيْ عَطَآء] أَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُؤَمِّنُ عَلٰى اِثْرِ أُمِّ الْقُرْآنِ ؟

''میں نے امام عطاء سے پوچھا: کیا حضرت ابن زبیر رض سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہا کرتے تھے؟''

تو امام عطاء نے فرمایا :

نَعَمْ وَ يُؤَمِّنُ مَنْ وَرَآئَهُ، حَتّٰى أَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةٌ.

''ہاں! اور آپ کے پیچھے والے بھی آمین کہتے تھے، حتّٰی کہ مسجد گونج جاتی تھی۔''

پھر فرمایا:

اِنَّمَا آمِیْنُ دُعَآءٌ. (114)

''بے شک آمین تو ایک دعاء ہے۔''

اب آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ کسی اثر کے شروع یا آخر سے دو لفظ لے لیے جائیں اور باقی دس بارہ الفاظ چھوڑ دیے جائیں تو اس سے استدلال کی کیا حیثیت ہوگی؟

---

(113) صحیح بخاری ۲٦۲/۲ .

(114) فتح الباری ۲٦۲/۲ .

پھر اگر امام عطاءؒ نے یہ فرمایا کہ آمین دعاء ہے تو انہوں نے ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ خود بھی آمین کہا کرتے تھے اور ان کے پیچھے دوسرے صحابہ وتابعین بھی اس انداز سے آمین کہتے تھے کہ پوری مسجد گونج جاتی تھی ۔

کہیئے ، یہ گونج پیدا کرنے والے صحابہ وتابعین کا عمل اور خود امام عطاءؒ کا یہ قول ((أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَآئَهُ ...الخ)) بہتر ہے، یا آج کے کسی مولوی صاحب کی بات ؟ اور آمین کے دعاء ہونے کے مفہوم کو صحیح طور پر ان صحابہ وتابعین نے سمجھا تھا یا آج کے کِسی صاحب بہادر نے ؟

امام عطاءؒ کے اثر سے جو دو لفظ لیئے گئے ہیں اور ان پر یوں صغریٰ کبریٰ بنایا گیا ہے کہ آمین دعاء ہے اور ہر دعاء ارشادِ ربانی:

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْيَةً﴾

کی رُو سے آہستہ کہنا ضروری ہے، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ آمین بھی لازماً آہستگی سے بلا آواز ہی کہنی چاہیئے بلا شبہ اگر یہ صغریٰ وکبریٰ صحیح ثابت ہو جائیں تو نتیجہ بھی صحیح ہوگا ، جب کہ یہاں نہ صغریٰ کا صحیح ہونا مسلم ہے نہ ہی کبریٰ کا ، بلکہ صغریٰ کی صحت بھی محلِ نظر ہے کہ آمین دعاء ہے، بلکہ اس آمین کے موضوع کو شروع کرتے ہی ہم نے اس کے معنیٰ ومفہوم کی وضاحت کے ضمن میں یہ بات بھی ذکر کردی تھی کہ آمین کو سنن ابی داوٗد میں ایک صحابی حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ نے مہر سے تشبیہ دی کہ آمین ایسے ہی ہے جیسے خط کے آخر میں مہر لگائی جاتی ہے، اور اپنی اس بات پر انہوں نے موضوعِ بحث حدیث سے استشہاد کیا ۔(115)

تو گویا یہ بات کوئی مسلّمہ حقیقت نہیں کہ آمین دعاء ہے بلکہ یہ تو سورۂ فاتحہ کے نصفِ ثانی میں وارد دعاء کے آخر میں ایک مہر کی حیثیت رکھتی ہے ۔(116)

(115) دیکھیئے تخریج نمبر :١ ۔ (116) تحفة الاحوذی ٧٦/٢ ۔

ثالثاً : اگر مان ہی لیا جائے کہ آمین دعاء ہے، تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آمین مستقل بالذّات دعاء نہیں، بلکہ دعاء کے توابع میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی نے محض لفظ آمین سے دعاء نہیں کی، بلکہ پہلے دوسری دعائیں کی جاتی ہیں اور پھر آمین کہی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ جب اصل دعاء سِرّاً کی جائے گی تو آمین بھی سِرّاً ہی کہی جائے گی، اور وہ جہراً ہوگی تو یہ بھی جہراً ہوگی، کیونکہ اس کا جہر و اخفاء تو اصل دعاء کے تابع ہے۔ لہٰذا جہری نمازوں میں آمین بھی جہراً ہی کہنی چاہیئے ۔ (117)

رابعاً : اس دلیل کا چوتھا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اگر ہم کلیہ صغریٰ کو مان ہی لیں کہ آمین دعاء بالذّات ہے، تب بھی کلیہ کبریٰ کوئی مسلّم حقیقت نہیں کہ ہر دعاء ضرور آہستہ ہی کی جائے گی، بلکہ آپ خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا نصفِ ثانی سارا ہی دعاء ہے :

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞﴾.

”ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما ۞ ان لوگوں والا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کا راستہ نہیں، جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہوئے ۞“

یہ دعاء جہری نمازوں میں جہراً کی جاتی ہے، خطبہ جمعہ جہراً ہوتا ہے، اس میں جتنی بھی دعائیں کی جاتی ہیں وہ سب جہراً ہی کی جاتی ہیں، ایسے ہی دیگر کئی دعائیں ایسی ہیں جو جہراً ہی کی جاتی ہیں، لہٰذا یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ آمین دعاء ہے اور دعاء صرف پوشیدہ ہی ہوسکتی ہے، بلکہ اس کے برعکس جہراً دعائیں بھی ثابت ہیں، اور اگر قرآنی آیت :

---

(117) بحوالہ سابقہ ۔

﴿اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً﴾

سے اِخفائے آمین پر استدلال درست مان لیا جائے تو پھر نبی اکرم ﷺ کے اس عمل مبارک کی کیا توجیہہ ہوگی، جس پر کہ یہ آیت نازل ہوئی تھی؟ کیا نعوذ باللہ آپ ﷺ نے اس آیت کو صحیح طور پر نہیں سمجھا تھا؟ اور پھر اگر مانعین جہر کے استدلال کو صحیح مان لیا جائے تو ان صحابہ وتابعین کے عمل کو کیا نام دیں گے، جن کی آمین سے مسجد گونج جایا کرتی تھی؟ جیسا کہ خود اُسی اثر میں یہ بات بھی موجود ہے، جس میں آمین کو دعاء کہا گیا ہے .(118)

چھٹی دلیل:

مانعین جہر کا کہنا ہے کہ جہراً آمین کہنا صرف تعلیم دینے کی غرض سے تھا، اور اگر کبھی بغرض تعلیم جہراً آمین کہا جائے تو بھی جائز ہے، اور اپنی اس قیاسی دلیل کے لیئے ایک روایت علاّمہ دولابی کی کتاب الکنیٰ والأسماء کے حوالے سے بھی پیش کی جاتی ہے، جو کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، جس کے آخر میں ہے :

......فَقَالَ آمِيْنَ،يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ مَا لَا أُرَاهُ إِلَّا لِيُعَلِّمَنَا.(119)

”آپ ﷺ نے آمین کہی اور آواز کو لمبا کھینچا، اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں سکھانے کے لیئے ایسا کیا ہے۔“

چھٹی دلیل کا جواب:

مانعین جہر کی اس دلیل کا جواب بھی قائلین آمین بالجہر نے کئی طرح سے دیا ہے:

(118) بحوالہ سابقہ و آمین بالجهر ص: ۲۹ ۔

(119) کتاب الکنی و الاسماء دولابی ۱/۱۹۶ ،تحفة الاحوذی ۲/۷۶ـ۷۷ ،نماز مسنون ص: ۲۴۵ ۔

اوّلاً : پہلا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم دینے والے الفاظ بیان کرنے میں یحییٰ بن سلمہ بن کہیل عن ابیہ منفرد ہے اور وہ محدّثین کرام کے نزدیک متروک ہے، حافظ ابن حجرؒ نے التقریب میں اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ متروک ہے، وہ شیعہ تھا .(120)

ایسے راوی سے اگر کوئی اضافی الفاظ مروی ہوں تو وہ اضافہ منکر و مردود ہوتا ہے، اس کے علاوہ یہ حدیث متعدّد طرق سے حضرت وائل بن حجر ﷺ سے مروی ہے، لیکن یہ اضافہ کسی روایت میں نہیں ہے، اس کے علاوہ خود علاّمہ دولابی نے اس روایت کے ایک راوی ابوسکن زیاد پر بھی جرح کی ہے .(121)

یہ نہ بھی ہوتی تو اس اضافہ کا منکر ہونا ہی کافی تھا، لہٰذا ایسے منکر اضافے سے استدلال ہرگز جائز نہیں ہے. (122)

یہی وجہ ہے کہ خود علمائے احناف میں سے علاّمہ عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب السعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے :

وَأَيُّ ضَرُوْرَةٍ دَاعِيَةٍ اِلٰى حَمْلِ رِوَايَاتِ الْجَهْرِ عَلٰى بَعْضِ الْأَحْيَانِ أَوِ الْجَهْرِ لِلتَّعْلِيْمِ مَعَ عَدَمِ وُرُوْدِ شَيْئٍ مِنْ ذٰلِكَ فِي رِوَايَةٍ. (123)

”اور اس کی کوئی ضرورت وداعیہ ہی نہیں کہ جہر کا پتہ دینے والی احادیث کو [کبھی کبھار | یا تعلیم کی غرض] پر محمول کیا جائے جب کہ ایسی کوئی بات کسی بھی روایت میں وارد نہیں ہوئی۔“

---

(120) التقریب ص: ٥٤٩ .

(121) دیکھئے الکنی و الاسماء دولابی ١٩٧/١ .

(122) التحفة حوالہ سابقہ .

(123) السعایہ ١٣٦/١ ، تحفۃ الاحوذی ٦٨/٢ .

ثانیاً : ان کی اس دلیل کا دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اگر نبی ﷺ کا بلند آواز سے آمین کہنا محض تعلیم کی غرض سے ہوتا تو صرف نبی اکرم ﷺ ہی بلند آواز سے آمین کہتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پیچھے نہ کہتے، جبکہ امام عطاءؒ کا اثر صحیح بخاری ومصنف عبدالرزاق کے حوالے سے گزرا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین بھی بلند آواز سے امام کے پیچھے آمین کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ مسجد گونج جاتی تھی۔ صحابہ وتابعین کا بلند آواز سے آمین کہنا اور وہ بھی امام کے پیچھے، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے سنّت سمجھتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ آمین کہی، تبھی تو صحابہ نے اس سنت کو اختیار کیا۔(124)

ثالثاً : اس کا تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگر یہ مان لیں کہ نبی اکرم ﷺ نے محض صحابہ کو تعلیم دینے کے لئے آمین بلند آواز سے کہی تھی تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنی چاہئے، تو پھر یہ صرف دو چار مرتبہ ہی ہونا چاہئے تھا، اس کے بعد آپ ﷺ بلند آواز سے آمین کہنا چھوڑ دیتے، ہمیشہ نہ کہا کرتے، جبکہ صحیح احادیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہی، جیسا کہ سنن ابی داؤد اور بعض دیگر کتب میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ: آمِيْنَ، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ. (125)

"نبی ﷺ جب ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھتے تو آمین کہتے اور آمین کہتے

(124) التحفة ٧٦/٢ .

(125) ابو داؤد ٢٠٥/٣ ، والتحفة ٧٦/٢ ، و سلسلة الاحاديث الصحيحه ٧٥٣/١-٧٥٥ .

ہوئے آواز کو بلند فرماتے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ ہمیشہ بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے، اور ظاہر ہے کہ یہ تعلیم کے لئے نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ اس کی مشروعیت وسُنّیت بیان کرنے کے لئے تھا کہ بلند آواز سے ہی آمین کہنی چاہیئے، لہٰذا یہ دلیل بھی ناقابل التفات ہے، اور یہیں یہ بات بھی ذکر کردیں کہ صاحبِ نمازِ مسنون کلاں صوفی عبدالحمید سواتی [گوجرانوالہ] نے اپنی کتاب میں علاّمہ ابن قیّمؒ کی زاد المعاد کا وہ اقتباس تو نقل کردیا ہے جو ان کے حق میں جاتا تھا۔ (126)

جو اِن کے خلاف پڑتا تھا اسے شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں، حالانکہ جب انہوں نے ایک متعلقہ مقام سے وہ اقتباس نقل کیا تھا تو ترکیبِ نماز کے ضمن میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی بیان کردیتے تو اچھا ہوتا، بہر حال اگر کسی ایک ہی موضوع پر کسی صاحبِ علم کے دو اقوال ملیں تو ان میں سے صرف وہی قابلِ قبول ہوتا ہے جو اقرب اِلی الکتاب و السنه ہو، اور سواتی صاحب نے ان کا جو اقتباس نقل کیاہے، اس میں آمین بالجہر کا ذکر برائے تعلیم ہے، اور یہ باطل نظریہ ہے، اور اس نظریہ کی مؤید روایت کا وہ ٹکڑا ((مَا أَرَاهُ اِلَّا لِيُعَلِّمَنَا)) (منکر) اضافہ ہے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جاچکی ہے، لہٰذا علاّمہ ابن قیّمؒ کی وہ بات قابلِ قبول نہیں ہے اس کے برعکس انہوں نے ترکیبِ نمازِ نبوی کے ضمن میں لکھا ہے :

فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ قَالَ: آمِيْنَ، فَاِنْ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ وَقَالَهَا مَنْ خَلْفَهُ. (127)

"جب آپ ﷺ سورۂ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہوتے تو آمین کہتے، اگر

(126) نماز مسنون ص: ٣٤٤ .

(127) زاد المعاد ٢٠٧/١ .

قراءت جہری ہوتی تو بلند آواز سے کہتے اور پیچھے والے بھی کہتے "۔

ان کا یہ قول اقرب إلی السنۃ ہے، جسے نقل کرنا صوفی صاحب کو گوارا نہ ہوا، اور پھر جو اقتباس موصوف نے نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں :

وَجَهَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْفَاتِحَةَ فِي صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ لِيُعَلِّمَهُمْ أَنَّهَا سُنَّةٌ. (128)

" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ بلند آواز سے پڑھی تاکہ وہ دوسرے لوگوں کو بتائیں کہ یہ سنت ہے۔"

تو کیا نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی اس حیثیت کو ہمارے یہ مہربان مانتے ہیں؟ فَلْيُنْظَرْ

ساتویں دلیل اور اس کا جواب:

بعض مانعین جہر یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ شروع اسلام میں آمین کا حکم تھا، پھر بعد میں منسوخ ہو گیا، جبکہ یہ قطعاً باطل پروپیگنڈا ہے، اور اس کے ساتھ جو مرچ مسالہ لگایا جاتا ہے کہ لوگ نماز سے نکل جایا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے آمین بالجہر کا حکم فرمایا تاکہ موجودین کا پتہ چل سکے، یہ اور بھی باطل بات ہے، کیونکہ اس میں نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے، یہی وجہ ہے خود علماءِ احناف میں سے علامہ عبدالحی لکھنوی ؒ نے السعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ کی فتح الباری سے نقل کیا ہے :

أَمَّا الْقَوْلُ بِأَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ أَضْعَفُ لِأَنَّ الْحَاكِمَ قَدْ صَحَّحَهُ مِنْ رِوَايَةِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَهُوَ إِنَّمَا أَسْلَمَ فِي أَوَاخِرِ الْأَمْرِ كَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتْحِ الْبَارِي. (129)

(128) بحوالہ نماز مسنون ۔

(129) السعایہ ۱/۱۲۶ ، فتح الباری ۲/۲٦٤ ، تحفۃ الاحوذی ۲/٦٨ ۔

"اور یہ کہنا کہ بلند آواز سے آمین کا حکم آغازِ اسلام میں تھا، یہ انتہائی ضعیف قول ہے، کیونکہ امام حاکم نے وائل بن حُجر والی حدیثِ جہر کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ حضرت وائل نبی اکرم ﷺ کے آخری ایاّم حیات میں مسلمان ہوئے تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔"

آٹھویں دلیل اور اس کا جواب :

اعلاء السنن وغیرہ میں ایک دلیل یہ بھی لکھی گئی ہے کہ بالاتفاق آمین قرآن میں سے نہیں ہے، پس مناسب نہیں کہ اس کو آواز میں قرآن کے الفاظ کے مساوی قرار دیا جائے، اسی لیے اس کو قرآن میں لکھا بھی نہیں جاتا .(130)

یہ دلیل بھی پس دلائل میں ایک نمبر بڑھانے والی بات ہے، ورنہ کیا خود نبی اکرم ﷺ کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ آمین قرآن میں سے نہیں ہے؟اور اگر یہ بات آپ ﷺ کے علم میں تھی اور یقیناً تھی تو پھر جب آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی تو پھر آج کے مسلمان کے لیے کون سی وجہِ ممانعت ہے؟ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے آمین کہنے کا انداز امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام عطاء سے صحیح بخاری و مصنّف عبدالرزاق میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کی آمین کہنے کی آواز سے مسجد گونج جایا کرتی تھی ،اگر قرآن وغیرِ قرآن کا یہ عقلی اڑنگا صحیح ہوتا تو وہ لوگ بھی خاموش رہتے، مسجد کے گونجنے کی بجائے سناٹا چھائے رہنے کی روایات ملتیں، لیکن ایسا نہیں ہے .

اور علی وجہِ التنزّل اگر اس دلیل میں کچھ دم مان بھی لیا جائے تو اس سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ قرآن اور غیر قرآن کے فرق کو واضح کرنے کے لیے کئی انداز اختیار کیے جاتے ہیں ،مثلاً یہ کہ قرآن کی تلاوت تو بلند آواز سے صرف امام کرتا ہے، مقتدی اس کے

(130) اعلاء السنن ۲/ ۱۸ ،نماز مسنون ص: ۳٤۲ .

سکتات میں آہستگی سے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے ہیں، لیکن آواز کوئی بلند نہیں کرتا ،جبکہ آمین امام و مقتدی سب مل کر کہتے ہیں ۔

یہ قرآن اور غیر قرآن میں واضح فرق کا پتہ دینے کے لیئے کافی ہے، اور پھر یہ بھی نہ صرف مناسب بلکہ صحیح تر بات ہے کہ امام جتنی آواز سے سورۂ فاتحہ یا بعد والی سورت کی قراءت کرتا ہے، آمین اس سے کم آواز کے ساتھ کہے، جیسا کہ اس بات کا پتہ اس حدیث سے بھی چلتا ہے، جس میں ابوداؤد و ابن ماجہ کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سورۂ فاتحہ کے آخری الفاظ تلاوت فرماتے تو آمین کہتے :

قَالَ: آمِّيْنَ، حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ. (131)

’’آپ ﷺ آمین کہتے ، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ساتھ والی صف میں آپ ﷺ کے قریب کھڑے لوگ آپ ﷺ کی آمین کی آواز سن لیتے ۔‘‘

یہاں بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ آمین اتنی آواز سے کہتے تھے کہ آپ ﷺ کی آواز صفِ اوّل کے نمازی سن لیتے تھے، اس طرح بھی فرق ہوجاتا ہے، کیونکہ قرآن کی تلاوت تو ساری مسجد کے نمازی سنتے تھے، لیکن آمین کی آواز صرف صفِ اوّل کے نمازی سن پاتے تھے، اور انہی الفاظ سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے ہم نے بالکل ابتداءِ موضوع میں ہی کہہ دیا تھا کہ آمین بڑے عمدہ انداز اور اچھے لہجے سے کہنی چاہیئے، جس میں چیخ چنگاڑ والی بات نہ ہو، بلکہ دھیمی سی اور میٹھی آواز ہو ۔

لیکن اس کا یہ مطلب لینا بھی کسی طرح قرینِ عقل و قیاس نہیں کہ اس انداز سے بالکل بلا آواز آمین کہنا مراد لے لیا جائے کیونکہ جب نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ و تابعین عظام رحمہم اللہ بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے تو بلا آواز

(131) دیکھئے تخریج نمبر :۲۹ ۔

والی بات کیسے درست ہو سکتی ہے؟ اور صحیح بخاری، بیہقی، کتاب الأم شافعی و مصنف عبدالرزاق میں وارد حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاذ امام عطاءؒ کے اثر اور بیہقی و الثقات ابن حبان والے ان کے اثر سے صحابہ کی جماعت کے بلند آواز سے آمین کہنے کا پتہ چلتا ہے۔ اور اسی سے الجوہر النقی میں علامہ ابن الترکمانی کے اس قول کی حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے، جس میں انہوں نے بلا وجہ یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ صحابہ و تابعین کی اکثریت کا عمل مانعین کی طرح تھا. (132)

لیکن ان کو صحابہ و تابعین میں سے اکثریت تو کیا چار چھ نام بھی نہیں مل سکے، اور حضرت عمر، علی، عبد اللہ بن مسعودؓ سے جو آثار بیان کیے ہیں، ان کا ضعف و حقیقت ہم بیان کر چکے ہیں، اور یہی معاملہ بعض آثارِ تابعین کا بھی ہے، لہٰذا صحیح تر دلائل کی رو سے بلند آواز کے ساتھ آمین کہنا ہی سنّت ہے .

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ

☆ ☆ ☆

(132) الجوہر النقی ۵۸/۳ ، و نماز مسنون کلاں ص: ۳۴۳ .

آمین سے متعلّقہ بعض دیگر مسائل

جہر واخفاء سے متعلّقہ اس بحث کے علاوہ بعض دیگر احکام اور مسائل بھی آمین کہنے سے تعلّق رکھتے ہیں، مثلاً :

آمین کہنے کا وقت:

آمین کہنے کا صحیح وقت کیا ہے؟ اِس سلسلہ میں ذکر کی گئی احادیث کو پیشِ نظر رکھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کیونکہ ان میں سے بعض میں آمین کہنے کا وقت بھی بتایا گیا ہے، مثلاً صحیح بخاری اور دیگر کتب کے حوالہ سے حدیث گزری ہے، جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوْا......الخ . (133)

’’جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔‘‘

ایسے ہی دوسری حدیث میں ہے :

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ،

فَقُوْلُوْا: آمِّيْنَ. (134)

’’جب امام ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو۔‘‘

ان اور اسی مفہوم کی دوسری احادیث سے پتہ چل رہا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے آخری کلمات پڑھے تو وہ خود بھی آمین کہے اور اس کے ساتھ مل کر مقتدی بھی آمین

---

(133) دیکھئے تخریج نمبر :۳ .

(134) دیکھئے تخریج نمبر : ۵ .

کہیں تا کہ ان کی اور امام کی آمین ایک دوسرے سے مل جائے ، اور ان سب کی آمین فرشتوں سے مل جائے ، جو کہ باعثِ مغفرت ونجات اور سابقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ جمہورِ اہلِ علم کا یہی مسلک ہے، اور احادیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے ((فَـأَمِّـنُـوْا)) کی فاء کو تعقیب وترتیب کے لئے لیتے ہوئے امام کے بعد مقتدیوں کو آمین کہنے کا قول اختیار کیا ہے، ان کا یہ قول مرجوح ہے ۔(135)

عورتوں کے لیۓ آمین بالجہر کا حکم :

اب رہی یہ بات کہ آمین بالجہر جب احادیثِ صحیحہ وصریحہ کی رُو سے سنّتِ رسول ﷺ ہے تو پھر نمازِ پنجگانہ، جمعہ وعیدین یا تراویح وغیرہ میں جو عورتیں شریکِ جماعت ہوتی ہیں ان کے لیۓ کیا حکم ہے؟ کیا وہ بھی جہراً آمین کہیں یا سرّاً؟ اس سلسلہ میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ دراصل شرعی احکام ومسائل عورتوں اور مردوں میں سے ہر ایک کے لیۓ برابر ہیں، اِلّا یہ کہ ان دونوں کے مابین فرق کرنے کی کوئی واضح دلیل موجود ہو، اور آمین بالجہر کے سلسلہ میں مَرد وزن کے مابین فرق کرنے والی بظاہر کوئی دلیل موجود نہیں۔

لہٰذا چاہیۓ تو یہی تھا کہ بلا استثناء عورتیں بھی ویسے ہی آمین کہیں جیسے مرد کہتے ہیں، لیکن اس میں تھوڑی سی تفصیل پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، اور وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر تو کہیں صرف عورتیں ہی ہیں، اور عورت ہی پہلی صف کے وسط میں کھڑی ہو کر جماعت کرا رہی ہے [جیسا کہ جائز وثابت ہے، لیکن یہاں اس موضوع کی تفصیل کا موقع نہیں] اور قریب میں غیر محرم مرد بھی نہ ہوں، تو عورتوں کو آمین بالجہر کا ہی حکم ہے۔ اور اگر وہ مردوں کی صفوں کے پیچھے ہیں تو پھر انہیں یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہیۓ کہ صرف اتنی آواز سے آمین کہیں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے، جیسا کہ بعض نصوص

(135) للتفصیل فتح الباری ۲/۲٦۳_۲٦٤ .

سے اس احتیاط کا پتہ چلتا ہے .(136)

جن نصوص کی طرف اشارہ ہے، ان سے مراد وہ احادیث ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو دوران جماعت اتنی اجازت نہیں کہ وہ بول کر امام کی بھول پر اُسے لقمہ دے، بلکہ اس کے لیئے حکم یہ ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ایک آواز پیدا کر دے، جو امام کی بھول پر اسے متنبہ کرنے کی علامت ہوگی، جیسا کہ صحیحین وسنن اربعہ، مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ فِي الصَّلٰوةِ . (137)

"نماز کے دوران [بوقتِ ضرورت] مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں بائیں ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی پشت ماریں [تا کہ امام غلطی پر متنبہ ہو]۔"

((فِي الصَّلٰوةِ)) کے الفاظ بخاری، ابوداؤد اور ترمذی کے سوا دیگر کتبِ حدیث میں ہیں، اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس امر کے نماز سے متعلقہ ہونے کا پتہ ایک دوسری حدیث سے بھی چلتا ہے جو صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ حدیث تو قدرے طویل ہے، لیکن اس کے ضمن میں ہی ارشادِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں :

مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلٰوتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ . (138)

"جسے نماز میں کوئی امر پیش آجائے وہ سبحان اللہ کہے، ہتھیلی پر ہاتھ مارنا

(136) ھفت روزہ الاعتصام لاھور جلد ٤٢ شمارہ ٣٩ بابت ٧ ربیع الاوّل ١٤١١ھ، ٢٨ ستمبر ١٩٩٠ء فتوی استاذی حافظ ثناء اللہ خان مدنی و تعلیق حافظ صلاح الدین یوسف ۔

(137) بحوالہ منتقی الاخبار مع النیل ١٩٢/٣/٢ .

(138) ابن خزیمہ ٣٣/٢ ،وبحوالہ سابقہ ص: ١٩١-١٩٢ .

عورتوں کے لئے ہے۔"

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دورانِ نماز عورت اگر ہاتھ پر ہاتھ مار کر ((بِالتَّصْفِيقِ وَالتَّصْفِيحِ)) کی مختلف لغوی تشریحات کی رُو سے ایک ہاتھ کی پشت کو دوسرے پر مار کر یا دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں بائیں ہتھیلی پر مار کر کچھ آواز پیدا کرے، اور امام کو اس کی غلطی پر متنبہ کرے، تو اس کا یہ فعل سنّت سے ثابت ہے۔ اسے نماز کے فاسد ہونے کا باعث قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور اس نظریہ کی تردید ان احادیث میں موجود ہے۔ (139)

انہی احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عورت کو جب امام کے بھولنے پر بول کر اسے لقمہ دینے کی اجازت نہیں تو پھر اسی سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ آمین بھی صرف اِتنی آواز سے کہے جو مردوں تک نہ پہنچے یعنی ذرا آہستہ کہے۔

مسبوق کی آمین:

یہیں ایک بات یہ بھی ذکر کرتے جائیں کہ ایک صورت ایسی بھی پیش آسکتی ہے کہ مقتدی کو دو مرتبہ آمین کہنی پڑ جاتی ہے، اور یہ تب ہوتا ہے، جب مقتدی جماعت میں ذرا تاخیر سے شامل ہو تو اس کے آدھی پونی سورۂ فاتحہ پڑھنے تک امام اسے مکمّل کرلیتا ہے، اب اسے امام کے ساتھ آمین کہنی پڑے گی، اور پھر ایک مرتبہ جب وہ خود سورۂ فاتحہ مکمّل کرے گا تو پھر وہ آمین کہے گا، امام کے ساتھ آمین کہنے کی دلیل تو وہی احادیث ہیں، جن میں:

((اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ فَأَمِّنُوْا)) اور ((اِذَا أَمَّنَ الْقَارِئُ فَأَمِّنُوْا)) اور ((اِذَا قَالَ الْاِمَامُ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، فَقُوْلُوْا: آمِيْنَ))

کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جو تھوڑا پہلے ہی گزری ہیں۔ ان احادیث میں چونکہ

(139) نیل الاوطار ۲/۳/۱۹۳

امام کے ساتھ آمین کہنے کا حکم مطلق ہے، اس لئے مقتدی چاہے ابھی سورۂ فاتحہ پوری نہ بھی کر پایا ہو، اسے امام کے ساتھ آمین کہنی ہوگی، اور اکثر شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے ، اور اس پہلی صورت میں اس کے آمین کی شکل میں سورۂ فاتحہ کے تسلسل [موالات] میں بھی صحیح تر قول کے مطابق کوئی خلل وانقطاع واقع نہیں ہوگا، کیونکہ نماز کی مصلحت کے لئے مقتدی ایسا کرنے پر مامور ہے، اور اس کا یہ آمین کہنا کوئی نماز سے بے تعلق امر بھی تو نہیں ہے ۔ (140)

جب کہ دوسری مرتبہ اسے آمین اس وقت کہنی ہوگی جب وہ خود سورۂ فاتحہ کی قراءت مکمل کرے گا، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے مکمل کرنے پر نبی اکرم ﷺ کا آمین کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، مثلاً جزء القراءۃ امام بخاری اور سنن ابی داؤد وترمذی میں حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، وَقَالَ: آمِيْنَ ...... الخ . (141)

”میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا کہ جب آپ ﷺ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو آمین کہی۔“

اس حدیث کی تائید ابوداؤد وابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَلَا: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، قَالَ: آمِيْنَ ...... الخ. (142)

---

(140) دیکھئے فتح الباری ٢/٢٦٤ـ٢٦٥ و تعلیق : ١ .

(141) دیکھئے تخریج نمبر : ٢٤ .

(142) دیکھئے تخریج نمبر : ٢٩ .

”نبی اکرم ﷺ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھتے تو آمین کہتے تھے۔“

صحیح ابن حبان، دار قطنی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں ہے :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهٗ وَقَالَ آمِيْنَ..الخ.(143)

”نبی اکرم ﷺ جب قراءۃ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔“

ان احادیث سے نبی اکرم ﷺ کی یہ سنتِ مبارکہ معلوم ہوتی ہے کہ جب بھی آپ ﷺ سورۂ فاتحہ مکمّل کرتے تو آمین کہتے تھے، لہٰذا مقتدی [مسبوق] بھی جب خود سورۂ فاتحہ مکمّل کرے گا تو دوبارہ بھی آمین کہے گا ۔

آمین کا مطلق حکم :

یہ آمین کہنا کوئی صرف نمازی کے ساتھ ہی خاص نہیں، کوئی نماز میں ہو یا عام حالت میں تلاوت کر رہا ہو، ہر صورت میں جبھی سورۂ فاتحہ مکمّل کرے آمین کہے کیونکہ آمین سے متعلّقہ بعض احادیث مطلق ہیں، جن میں نماز کا ذکر نہیں، چنانچہ صحیح بخاری اور بعض دیگر کتب کے حوالے سے حدیث ذکر کی جا چکی ہے، جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

اِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِيْنَ

(143) دیکھئے تخریج نمبر :۲۷ .

فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰیٰ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (144)

”جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہے اور آسمان میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جن کی آمین فرشتوں سے مل گئی، ان کے سابقہ تمام گناہ بخشے گئے۔“

اس حدیث سے ہر شخص کے سورۂ فاتحہ مکمل کرنے پر آمین کہنے کی مشروعیت اخذ کی جاسکتی ہے، وہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر، چاہے عام حالت میں تلاوت کر رہا ہو، کیونکہ حدیث میں ((اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ)) مطلق ہے، جس میں نماز کی کوئی قید نہیں ہے، البتہ صحیح مسلم میں اس سند سے جو الفاظ ہیں، ان میں نماز کا ذکر بھی آیا ہے ،لہٰذا اس اطلاق کو اس قید کے ساتھ مقیّد ماننا پڑے گا، جبکہ صحیح مسلم میں ہمام کے طریق والی ایک سند ہے، لیکن امام صاحب نے اس کے ساتھ متن روایت نہیں کیا اور امام احمد نے اس سند کے ساتھ متن بھی روایت کیا ہے، اس میں ہے :

اِذَا أَمَّنَ الْاِمَامُ، فَأَمِنُوْا.. الخ. (145)

”جب امام وقاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔“

یہاں بھی اطلاق کا احتمال ہے، ایسی صورت میں کوئی بحالتِ نماز ہو یا نماز سے باہر عام حالت میں ہو، جبھی وہ سورۂ فاتحہ کے اختتامی کلمات سنے اس کے لیئے آمین کہنا مستحب ہے، ہاں اس جگہ یہ بھی احتمال ہے کہ قاری سے مراد امام لیا جائے گا، اور مختلف الفاظ پر مشتمل ان روایات کو اصلاً ایک ہی حدیث قرار دیا گیا ہے .(146)

---

(144) دیکھئے تخریج نمبر :۹ .

(145) دیکھئے تخریج نمبر :٤ .

(146) فتح الباری ۲۶٦/۲

- انسداد زنا کاری
- نماز میں کی جانے والی غلطیاں
- درآمدہ گوشت کی شرعی حیثیت
- آداب دعاء
- رمضان المبارک
- مردوزن کی نماز میں فرق
- بدعات رجب وشعبان
- جنات وجادو کا علاج
- استقامت واصول استقامت
- قبولیت عمل کی شرائط
- زیارت مدینہ منورہ
- ظہور امام مہدی
- دنیاوی مصائب ومشکلات
- دخول جنت کے تیس اسباب
- جنتی عورت
- اندھی تقلید
- مچھلی کے پیٹ میں
- احکام ومسائل نماز جنازہ
- خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیائے استعمال
- انسانی تاریخ کی انتہائی خطرناک تحریک
- مردوزن کا نماز کے لئے ضروری لباس
- مصنوعی اعضاء کی صورت میں احکام غسل ووضو
- رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ تحصیل سمبڑیال سیالکوٹ (پاکستان) 0300-6439897

Email: m_k_sunnat@yahoo.com

www.kitabosunnat.com

ہماری معیاری مطبوعات

